ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ فروری ۱۹۵۸ء



یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ (متفق علیہ)

سہل رضؓ بن سعد سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے۔ اور وُہ حقیقت میں جنتی ہوتا ہے۔ اور اسی طرح وہ جنتیوں کے سے کام کرتا ہے اور حقیقت میں وُہ دوزخی ہوتا ہے۔ پس اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ نے بیان کیا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے (یعنی اس میں دینِ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے)، پس اس کے ماں باپ یا تو اس کو یہودی بنا دیتے ہیں۔ یا نصرانی اور یا مجوسی۔ جس طرح ایک چارپایہ جانور کامل چارپایہ بچہ دیتا ہے۔ کیا تم اس میں کوئی نقصان پاتے ہو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فطرۃ اللہ التی الخ خدا کی فطرت یہی ہے۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خُدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں یا مخلوقات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی (اور یہی دین حق اور درست ہے)۔

عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ (تقریر) فرمایا اور پانچ باتوں کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سوتا نہیں۔ اور اس کو سونا مناسب (بھی) نہیں ہے (وہ) ترازو (رزق) کو جھکاتا (بھی) ہے۔ اور بلند (بھی) کرتا ہے۔ اس کے پاس لے جائے جاتے ہیں عمل رات کے۔ دن کے کام۔ (شروع ہونے) سے پہلے اور دن کے عمل رات کے کام (شروع ہونے) سے پہلے۔ اس کا حجاب (پردہ) نور ہے۔ اگر وُہ اپنے حجاب کو اُٹھا دے تو اس کی ذات کا نُور جہاں تک اس کی مخلُوقات کی نگاہ پہنچے سب کو جلا دے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ اللّٰهِ مَلْأٰى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ يَمِينُ اللّٰهِ مَلْأٰى قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلْآنُ سَحَّاءُ لَا يَغِيضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کا ہاتھ (خزانہ) بھرا ہوا ہے۔ خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں ہوتی۔ رات اور دن وہ برابر خرچ کرتا اور دیتا رہتا ہے۔ تم نے دیکھا۔ جب سے اُس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ اس نے کس قدر خرچ کیا ہے۔ لیکن اس کے خزانہ میں کمی نہیں ہوئی اور اس کا تخت پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں (رزق کی) ترازو ہے۔ وُہی اس کو اونچا اور نیچا (کم و بیش) کرتا ہے (بخاری و مسلم) اور مُسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ خدا کا سیدھا ہاتھ بھرا ہُوا ہے اور ابن نمیر راوی نے جو مُسلم کے اُستاد ہیں۔ یہ لفظ نقل کیے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (خزانہ) بھرا ہُوا ہے وہ ہمیشہ دینے (اور خرچ کرنے والا) ہے اس میں رات دن کے خرچ سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبِ الْقَدَرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ۔ عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وُہ قلم ہے (اس کو پیدا کرکے خدا نے) اس سے کہا لکھ۔ قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ (خدا نے) فرمایا تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ قلم نے لکھا جو کچھ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک) ہو چکا اور آئندہ ہونے والا ہے۔

عَنْ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ابن خزامہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ یہ تو بتلایئے کہ جو منتر ہم پڑھواتے ہیں۔ اور جو دوا دارو ہم کرتے ہیں اور اپنے بچاؤ کی جو تدبیریں (مثلاً جنگ میں ڈھال و زرہ وغیرہ کا استعمال) ہم کرتے ہیں۔ کیا یہ (چیزیں) خدا کی تقدیر کو بدل دیتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ چیزیں بھی تقدیر ہی میں شامل ہیں۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | یکم شعبان سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ فروری سنہ ۱۹۵۸ء | شمارہ ۴۱/۴۲

احتجاج

ہم حکومت پاکستان کے اس تقرر پر احتجاج کرتے ہیں۔ جس کی رو سے پرنس علی خاں کو پاکستان کا اقوام متحدہ میں مستقل نمائندہ مقرر کیا گیا ہے۔ فارن سروس میں حکومت کی بدعنوانیاں اظہر من الشمس ہیں۔ اس سروس کو سراسر خویش نوازی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو پاکستان کی شہریت تک پسند نہیں کرتے۔ انہیں بڑے بڑے اعلےٰ عہدوں کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں ہمارے قارئین آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہونگے پرنس علی خاں کا تقرر تو حکومت کی کھلی ہوئی بدعنوانی ہے۔ ہم اس تقرر پر اس لئے معترض ہیں کہ وہ اس منصب کے بالکل اہل نہیں ہیں۔ اقوام متحدہ میں نمائندگی کوئی معمولی بات نہیں۔ جہاں دیگر ممالک بالخصوص پاکستان کے مخالفین کے بڑے بڑے قانون دان اور مشہور عالم پارلیمنٹری اہلیت رکھنے والے نمائندے موجود ہوں۔ وہاں پرنس اُن کا پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ ہم حکومت کو یہ بھی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ پاکستان مسلمان کسانوں۔ سپاہیوں اور مزدوروں کا مُلک ہے۔ پاکستانی فارن سروس بھی پاکستان کی اس حقیقت کی آئینہ دار ہونی چاہیئے۔ اور وہ لوگ جن کا نام ایکٹرسوں۔ کنچنیوں اور قمار بازی کے لئے گھڑدوڑوں کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ کس طرح پاکستان کے نمائندے کہلا سکتے ہیں۔ حکومت کو یہ امر بھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ قومی خزانہ ان لوگوں کی ذاتی جائداد نہیں جو محض انگریزوں کے کاسہ لیس ہونے کی وجہ سے اور عوام کو دس سال تک انتخابات سے محروم کرکے حکومت پر قابض ہیں۔ عوام اخبارات کی وساطت سے بخوبی جانتے ہیں کہ پرنس علی خاں جیسے لوگوں کی مہمان نوازیوں پر کتنا قومی سرمایہ اُٹھتا ہے۔ اس لئے حکومت مزید عوامی ناراضگی کو مول نہ لے۔ پاکستان فارن سروس پہلے ہی مسٹر محمد علی بوگرا وغیرہ کی اجلاس کے وقت شراب نوشی وغیرہ کی وجہ سے کافی بدنام ہے۔ اس قماش کے مزید لوگ وہاں اکٹھے نہ کئے جائیں۔ بلکہ مُلک کے وہی نمائندے ہونے چاہئیں۔ جو نہ صرف قولاً اور عملاً مسلمان ہوں۔ بلکہ ہر اُس عہدہ کے لئے پوری طرح اہل بھی ہوں۔ جس کے لئے وہ منتخب کئے گئے ہوں۔

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کو

اندرون مُلک قانون کا احترام کرانے اور بیرون مُلک باوقار جگہ حاصل کرنے کے لئے شمشیر و سنان کی ضرورت ہے اسے طاؤس و رباب میں پھنسا کر تباہ و برباد نہ کریں

اخباری کاغذ

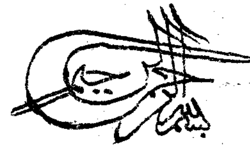
حکومت پاکستان نے کچھ عرصہ پہلے ایسے کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا تھا۔ جو تمام اخباروں کی اشاعت کی پڑتال کرکے حکومت کو سفارش کرے گا۔ کہ کس اخبار کو کس قدر نیوز پرنٹ ملنا چاہیئے۔ وہ اخبارات (بشمولیت جریدہ ہذا) جو گراں بہا بازاری کاغذ لے کر کام چلا رہے تھے۔ وہ اس اعلان سے پُر امید ہو گئے تھے۔ کہ اُن کے پاپ جلد ہی کٹ جائیں گے اس کمیشن کی آمد کی تاریخ جنوری کے وسط یا اواخر میں تھی۔ لیکن جنوری چھوڑ فروری گزر رہا ہے۔ ابھی تک کمیشن نے کسی اخبار کے دفتر میں قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ حالانکہ لوگ گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے چشم براہ ہیں۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ کمیشن کو جلد از جلد کام کرنے پر مامور کیا جائے۔ اس ضمن میں ہم حکومت سے یہ بھی گزارش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اخباری کاغذ کی تقسیم میں تبلیغی اور اصلاحی رسائل کو ترجیح ملنی چاہیئے۔ جوکہ اصلاحِ خلق میں حکومت کا بلا معاوضہ ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ ہم پہلی ناانصافیوں کی داستان کو چھیڑنا نہیں چاہتے تاہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ بُرے اور بھلے کی تمیز ہونی چاہیئے۔ اس مُلک میں اخباری کاغذ فلمی اور فحش نگار رسائل کو کافی مقدار میں دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ واقعات شاہد ہیں۔ کہ یہی رسائل بالواسطہ (اپنے مذموم اثرات پھیلا کر) انتظامیہ اور عدلیہ کے لئے پریشان خاطری کا سامان بنے ہوئے ہیں اور ان کے بالمقابل ایسے بھی ہیں جو مہنگا کاغذ خرید کر اپنا اور کارکنان ادارہ کا پیٹ کاٹ کر محض اصلاحِ خلق کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ لیکن حکومت کی تمام رعائیتوں (مثلاً اخباری کاغذ آرٹ پیپر، اشتہارات سرکاری خریداری وغیرہ وغیرہ) سے محروم ہیں۔ خدا را ان کا ازالہ کیجئے۔ اور جیسے وُہ حکومت سے تعاون کرتے ہیں۔ ویسے ہی ان کے ساتھ بھی تعاون کیا جائے۔

فتنۂ تصویر

یہ حقیقت ہے کہ انساں کی تباہی میں شریک فتنۂ رُخ ہی نہیں فتنۂ تصویر بھی ہے

قرآن حکیم اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ تصویر کشی آہستہ آہستہ شرک و کفر تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تصویر کشی سے اپنے متبعین کو منع فرما دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے زیادہ مستحق عذاب کے تصویریں کھینچنے والے ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر مصوّر دوزخ میں ہوگا فتح مکّہ کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ میں جتنی تصویریں ہیں۔ سب کو مٹا دیا جائے۔ آپؐ اُس وقت تک خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک ساری تصویریں جو اس کے اندر

باقی صفحہ ۱۶ پر



خطبہ یوم الجمعۃ۔ مورخہ ۲۴ر رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ر فروری ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

تحفۂ معراج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (سورہ بنی اسرائیل ع پ ۱۵) **ترجمہ** ۔ وہ پاک ہے۔ جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک سیر کرائی۔ جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے۔ تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وُہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند خصوصیات عطا فرمائی ہیں

۱۔ سیادت انبیاء علیہم السلام کا عہدۂ جلیلہ

اس کے متعلق حضور کا اپنا ارشاد ہے:۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور اُن کے سوا تمام دُوسرے پیغمبر میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور اس پر مجھ کو فخر نہیں۔

۲۔ شفاعت کبریٰ

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ انتظار کی ایک گھڑی بھی تکلیف دِہ ہوتی ہے قیامت کے دن پچاس ہزار سال تک مخلوق خدا انتظار کرتے کرتے تھک جائیگی حدیث شریف میں آتا ہے اُس دن لوگ آپس میں کہیں گے۔ کاش ہم کسی کو سفارش کے لئے تیار کرتے۔ تاکہ وہ ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت کرتا اور ہم کو اس تکلیف سے نجات دلاتا۔ چنانچہ وُہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ میں اس درجہ کا نہیں ہوں۔ وُہ فرمائیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ دُنیا میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ وہ بھی معذوری کا اظہار فرمائیں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے فرمائیں گے غرضیکہ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سب معذوری کا اظہار فرمائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السّلام حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوائیں گے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حساب کتاب شروع ہوگا۔

۳۔ بہشت کا دروازہ

قیامت کے دن سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کا دروازہ کھلوائیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰتِیْ بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ میں اُس کو کھلواؤں گا۔ جنت کا دربان پُوچھے گا۔ آپؐ کون ہیں۔ میں کہوں گا محمدؐ دربان کہے گا۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ سے پہلے کسی کے لئے (دروازہ) نہ کھولوں

یہ محاسن

اور خصوصی مرتبے کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک معراج شریف بھی ہے۔

حدیث المعراج

مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کا واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ میں حطیم اور بعض اوقات فرمایا۔ کہ میں حجر میں لیٹا لیٹا ہُوا تھا۔ ناگہاں ایک شخص میرے پاس آیا۔ اُس نے میرے سینے کو ناف تک چیرا۔ میرا دل نکالا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کی طشتری ایمان سے بھری ہوئی لائی گئی۔ میرا دل دھو کر اس میں ایمان بھر کر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ زمزم کے پانی سے پیٹ دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا ہے۔ پھر میرے پاس ایک سفید رنگ کی سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جس کا نام بُراق تھا۔ اس کا ایک قدم اپنی آنکھ کی نگاہ کی دُوری پر پڑتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرائیل ؑ مجھے ساتھ لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرائیل ؑ پوچھا گیا اور آپؐ کے ساتھ

کون ہے۔ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کیا گیا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا۔ مرحبا۔ اچھے تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا۔ وہاں میں نے آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا۔ یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام فرمایئے میں نے اُن سے سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ صالح بیٹے اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیلؑ مجھے اوپر لے چڑھے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پُوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیلؑ۔ پوچھا اور آپ کے ساتھ کون ہے۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوال کیا گیا کیا آپ کو بُلایا گیا ہے فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ میں وہاں پہنچا۔ وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام (موجود تھے) اور وہ دونوں خالہ زاد (بھائی) ہیں۔ جبرائیل نے فرمایا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں ان دونوں کو سلام فرمایئے۔ میں نے سلام کہا۔ دونوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان پر لے چڑھے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی پوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیلؑ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا آپ کو بُلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا۔ مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا۔ یوسفؑ کو پایا۔ جبرئیل نے فرمایا یہ یوسفؑ ہیں ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے اُن سے سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیل اوپر لے چڑھے۔ یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ کہا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ آپ کے ساتھ کون ہے۔ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا کیا آپ کو بُلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا ادریس (علیہم السلام) کو وہاں پایا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا۔ یہ ادریسؑ ہیں۔ ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیلؑ مجھے اوپر لے چڑھے۔ یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیلؑ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے۔ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا۔ اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا۔ ہارون علیہ السلام کو وہاں پایا۔ جبرئیلؑ نے فرمایا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام فرمایئے۔ میں نے ان کو سلام کہا انہوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا بھائی صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر جبرئیلؑ مجھے لے چڑھے۔ یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچا۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ کہا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیلؑ۔ پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہا گیا۔ کہ آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا گیا مرحبا اچھے تشریف لائے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب وہاں پہنچا۔ تو موسیٰؑ کو وہاں پایا۔ جبرئیل نے فرمایا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان سے سلام فرمایئے۔ میں نے ان سے سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ صالح بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ جب میں اُن کے پاس سے گزرا تو رو پڑے۔ اُن سے کہا گیا۔ آپ کو کس چیز نے رُلایا۔ فرمانے لگے۔ اس لئے رو دیا کہ ایک نوجوان یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بعد بھیجا گیا۔ اس کی اُمت میری اُمت سے زیادہ بہشت میں جائے گی۔ پھر جبرئیل مجھے ساتویں آسمان پر لے چڑھے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ پوچھا گیا کون ہے۔ فرمایا جبرئیل۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہا گیا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ فرمایا۔ ہاں کہا گیا مرحبا۔ اچھے تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا۔ ابراہیمؑ کو وہاں پایا۔ جبرائیل نے فرمایا یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان سے سلام فرمایئے۔ میں نے اُن سے سلام کہا۔ اُنہوں نے سلام کا جواب فرمایا۔ پھر کہا۔ صالح بیٹے اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا۔ اُس کا پھل ہجر کے مٹکوں جیسا بڑا تھا اور اُس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے جبرئیل نے فرمایا۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں میں نے چار دریا دیکھے۔ دو دریا ظاہر دو دریا باطن۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیل یہ کیا ہے۔ فرمایا دو باطن والے جنت کے ہیں۔ اور دو ظاہر والے نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور کی طرف اُٹھایا گیا۔ اور میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دُودھ کا۔ اور ایک برتن شہد کا لایا گیا۔ میں نے دوودھ والا برتن لے لیا۔ جبرئیل نے فرمایا۔ یہی فطرت ہے جس پر تو اور تیری اُمت ہے۔ پھر مجھ کو روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں دربار الٰہی سے لوٹ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔ اُنہوں نے پوچھا۔ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں ... پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ خدا تعالےٰ کی قسم ہے۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ میں نے بنی اسرائیل کو بہت زیادہ آزمایا ہے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جایئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ پھر میں لوٹ کر گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے دس نمازیں معاف فرما دیں۔ پھر موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا۔ پھر ویسا ہی کہا۔ پھر میں لوٹ کر گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے دس اور معاف فرما دیں۔ پھر میں لوٹ کر موسےٰؑ کے ہاں آیا۔ پھر ویسا ہی کہا۔ پھر میں لوٹ کر گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے دس اور معاف فرما دیں۔ پھر میں موسےٰ علیہ السلام کے ہاں لوٹ آیا۔ پھر ایسا ہی فرمایا۔ پھر میں لوٹ کر گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے دس اور معاف فرمائیں۔ پھر مجھے روزانہ دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر لوٹ کر موسےٰؑ کے ہاں آیا۔ پھر ویسا ہی فرمایا۔ پھر مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں لوٹ کر موسےٰؑ کے ہاں آیا۔ پوچھا آپؐ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا تیری اُمت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو میں نے سخت آزمایا ہے۔ اپنے رب کے ہاں جایئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے بہت سوال کئے ہیں۔ اب

شرم آتی ہے۔ اب میں راضی ہو جاتا ہوں اور اپنا اور اُن کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں آگے گزرا ایک مُنادی نے آواز دی۔ میں نے اپنے مقرر کیئے ہوئے حکم کو پورا کر لیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

معراج جسمانی ہُوا یا رُوحانی؟

اکثر علمائے کرام جسمانی معراج کے قائل ہیں اور یہ کوئی بعید از قیاس چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورہ یٰسین رکوع ۵ پ۲۳) ترجمہ۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وُہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اتنا ہی فرما دیتا ہے۔ کہ ہو سو وہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اُس نے حضرت آدمؑ کو بن ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ اور حضرت عیسٰیؑ کو بن باپ کے۔ اس کے لیئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات ہی رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کرا دے۔ جسمانی معراج کے علاوہ روحانی معراج بھی سلف صالحین سے ثابت ہے۔

معراج شریف کب ہوا؟

معراج کس سال اور کس ماہ میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ فتح الباری اور عینی شرح بخاری شریف میں سال کے متعلق دس اور مہینے کے متعلق چھ مختلف روایات ہیں۔

۱۔ ہجرت سے پہلے چھ ماہ ہوا۔
۲۔ ہجرت سے پہلے آٹھ ماہ ہوا۔
۳۔ ہجرت سے پہلے گیارہ ماہ ہوا۔
۴۔ ہجرت سے پہلے ایک سال ہوا۔
۵۔ ہجرت سے پہلے ۱۴ ماہ ہوا۔
۶۔ ہجرت سے پہلے ۱۵ ماہ ہوا۔
۷۔ ہجرت سے پہلے سترہ ماہ ہوا۔
۸۔ ہجرت سے پہلے ۱۸ ماہ ہوا۔
۹۔ ہجرت سے پہلے تین سال ہوا۔
۱۰۔ ہجرت سے پہلے آٹھ سال ہوا۔

۱۔ شوال۔ ۲ ذی الحجہ۔ ۳۔ ربیع الاول
۴۔ ربیع الآخر۔ ۵۔ رجب۔ ۶۔ رمضان

نتیجۂ اختلاف

نبوت کا عہدۂ جلیلہ عطا ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ۲۳ سال تک رونق افروز رہے۔ معراج شریف کے بعد کچھ عرصہ مکّہ معظمہ میں اور پورے دس سال مدینہ منورّہ میں قیام فرما رہے۔ اس عرصہ میں یوم معراج کے نام سے اگر کوئی تہوار منایا جاتا تو اُس تہوار کا ایک دن معیّن ہو جاتا۔ لیکن برسوں اور مہینوں کے اختلاف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مبارک زمانہ یا صحابہ کرامؓ یا تابعین کے زمانہ میں معراج شریف کے نام سے کسی تقریب کے منانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ جس میں خورد و نوش یا لباس و پوشاک یا کوئی عبادت کسی خاص دن یا رات میں ادا کی جاتی ہو۔ اگر کوئی خاص اہتمام ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس قدر اختلاف باقی رہتا۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جسے حضور سرور کائنات (فداہ ابی و امی) کی اس عزّت افزائی سے فرحت و سرور نہ ہو جو آپ کو معراج شریف کی رات دربار الٰہی میں نصیب ہوئی ہے۔ لیکن اس خوشی کے اظہار کا وہ طریقہ بھی پسندیدہ بلکہ جائز نہیں ہے۔ جو پنجاب میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس خوشی کے اظہار کا صحیح طریقہ آئندہ تحفہ معراج کے عنوان میں آئے گا وما علینا الا البلاغ۔

خلاف شرع رسوم

پنجاب میں شب معراج ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے۔ دن کو حلوا پوری پکایا جاتا ہے۔ رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ رات کو آتشبازی چلائی جاتی ہے اور دیئے جلاتے ہیں۔ جو شخص ان خلاف شرع رسوم کی مخالفت کرے اُسے وہابی کا لقب دیا جاتا ہے۔ چونکہ معراج شریف کا تہوار نہ منانے والوں پر طعن کیا جاتا ہے۔ اس لیئے یہ خلاف شرع رسوم بدعت قرار پاتی ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ (رواہ احمد) ترجمہ۔ حضرت غضیف بن حارث ثمالیؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قوم نے (دین میں) کوئی نئی بات نکالی اُس کے مثل ایک سُنّت اُٹھا لی جاتی ہے پس سُنّت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے سے بہتر ہے۔

اس حدیث

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زور ایک ہی چیز پر ہو سکتا ہے۔ اگر مسلمان بدعت پر زور دیں گے تو سُنّت ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ پنجاب میں گیارھویں پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ جو گیارھویں نہ دے۔ وُہ وہابی ہے۔ لیکن زکوٰۃ پر زور نہیں دیا جاتا۔ آپ نے کبھی یہ نہیں سُنا ہوگا۔ کہ جو زکوٰۃ نہ دے وہ وہابی ہے۔ یا جو نماز نہ پڑھے وہ وہابی ہے میاں صاحب پر حج اگر فرض ہے۔ اور وہ باوجود بنک میں کافی روپیہ جمع ہونے کے حج نہیں کرتے تو وہ وہابی نہیں کہلاتے

معراج شریف کی یہ سب خوشیاں

نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منائیں اور نہ آپؐ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں۔ پنجاب میں جو اسلام رائج ہے۔ اس کا $\frac{9}{10}$ حصّہ کفر سے آیا ہُوا ہے ع

ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد

مسلمانو!

گوش ہوش سے سُن لو! کرو جو تمہارا دل چاہے۔ لیکن یاد رکھو۔ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو گے۔ مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ (سورہ المائدہ ع ۳ پ ۶) (ترجمہ۔ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا)

مشکوٰۃ شریف

میٹرک کے درجہ کی کتاب ہے۔ ہر حنفی عالم اس کو پڑھ کر آتا ہے۔ اس میں مَا اَنَا علیہ واصحابی والی حدیث موجود ہے تمہارے عالم تم سے ڈرتے ہیں۔ اس لیئے تمہیں حق نہیں کہتے۔ ع

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

حق وہی کہہ سکتا ہے جو تمہاری روٹیوں سے بے نیاز ہو اور فقط اللہ تعالےٰ کے دروازہ کا محتاج ہو۔ سورہ الشعراء میں اللہ تعالےٰ نے ہر نبی سے یہ اعلان کرایا ہے۔ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ الشعرا رکوع ۶ تا ۱۰ پ ۱۹)۔ ترجمہ۔ اور میں تم

میری مزدوری تو بس رب العلمین کے ذمہ ہے۔

اگر ہمارے ہاں کھرا دین نہیں پایا جاتا تو اس میں امام اور مقتدی دونوں قصوروار ہیں۔ آئمہ مساجد کا قصور یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے تم پر اعتماد کرتے ہیں اور تمہارا قصور یہ ہے کہ تم حق کہنے والوں کو اپنی مساجد میں نہیں رہنے دیتے

اللہ تعالیٰ سب آئمہ مساجد کو اپنے مقتدیوں کو صحیح دین پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور انہیں غیر اللہ سے مستغنیٰ کر دے۔ آمین یا الہ العالمین۔

دوستی اور محبت کا ثبوت

مسلمانو! جس عقل سے دُنیا میں کام لیتے ہو۔ اُسی عقل سے دین کے معاملہ میں کام لوگے تو نجات ہو جائیگی ورنہ مارے جاؤ گے۔ اگر کسی کا کوئی دوست یا عزیز کسی جگہ سے اس کے لئے کوئی تحفہ لائے اور وہ اُسے رد کر دے تو دوستی اور محبت میں فرق آ جائے گا۔ اگر اُس کے دل میں دوست یا عزیز کی محبت ہے تو اُس تحفہ کو ضرور قبول کرے گا بلکہ اس کا احترام کرے گا۔

تحفۂ معراج

معراج مبارک کی حدیث کو غور سے پڑھ کر دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت مرحومہ کے لئے کیا تحفہ لائے ہیں۔ روز روشن کی طرح واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت مرحومہ کے لئے بارگاہ باری جل مجدہٗ و عزّ اسمہ سے پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لائے۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ معراج شریف کو سچا جانے اور معراج شریف کی خوشی میں وہ تحفہ اور تبرّک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اس کو قبول کرے۔ اور اس تحفہ معراجیہ کو تا دمِ لحد ہاتھ سے جانے نہ دے۔ جو شخص اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا۔ وہ گویا معراج شریف کی برکت آسمانی سے محروم رہنا چاہتا ہے اور سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ہاتھ مبارک جو اپنی اُمت کے ہر کلمہ گو کو تحفہ معراجیہ دینے کے لئے بڑھا ہُوا ہے۔ اُس سے تحفہ لینے کا انکار کر رہا ہے۔

وعید تارک تحفۂ معراج شریف

روزِ محشر کہ جاں گداز بوَد
اولیں پُرسشِ نماز بوَد

ترک نماز گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا مرتکب دوزخی ہے۔ اور اگر ایمان سلامت ہے تو سزا بھگت کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالےٰ خود فرمائیں گے۔ کہ کتنی مدت اس کو دوزخ میں رہنا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بندے اور کفر کو ملا دینے والی چیز نماز کا ترک کرنا ہے (مسلم) یعنی جو شخص نماز ترک کرتا ہے۔ اس میں کفر کی بُو آ جاتی ہے۔ ایک دوسری حدیث شریف کا یہ مضمون ہے۔ کہ جو لوگ نماز میں شریک نہیں ہوتے۔ جی چاہتا ہے کہ اُن کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دیا جائے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو اور مجھے تحفۂ معراج کو قبول کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

صفحہ ۱۴ سے آگے

بعض اوقات تو خطرہ ہونے لگتا۔ کہ کہیں قلب نہ پھٹ جائے

ادھر کئی سال سے حضرت کے گھٹنوں میں مستقل تکلیف رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے اُٹھنا بیٹھنا۔ خاص کر سجدے میں جانا اور سجدے سے کھڑا ہونا بڑی تکلیف اور مشقت کے ساتھ ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ دیکھنے والوں کا بھی دل دکھتا تھا۔ لیکن اس تمام عرصہ میں فرائض ہی نہیں بلکہ اوابین اور تہجد وغیرہ نوافل بھی ہمیشہ کے معمول کے مطابق طول قرأت اور طول قیام ہی کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جس حالت کو ہم سخت تکلیف و مشقت سمجھ رہے ہیں۔ ان کے لئے اسی میں راحت و لذت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حال اسی بندے کا ہو سکتا ہے۔ جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی "قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" اور "یا بلال اوحنی بالصلوٰۃ" والی کیفیت سے خاص حصّہ ملا ہو۔ (باقی باقی)

مجلس ذکر

منعقدہ — ۲۳ر رجب المرجب سنہ ۱۳۷۷ھ —
مطابق
— ۱۳ر فروری سنہ ۱۹۵۸ء —

آج ذکر کے بعد مخدومنا ومرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :—

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اما بعد آج کا عنوان ہے

اسلام تین طرح کی صفائی پر زور دیتا ہے

۱۔ ظاہر کی صفائی ۔ ۲۔ حواس ظاہری کی صفائی ۔ ۳۔ باطن کی صفائی

آج دُنیا میں زندہ مذہب فقط اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا منبع قرآن مجید ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورہ الحجر ع پ۱۴) ترجمہ۔ (ہم نے یہ نصیحت اُتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں)

باقی کسی مذہب کے پاس آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔ نہ عیسائیوں کے پاس انجیل نہ یہود کے پاس تورات اور نہ ہنود کے پاس وید محفوظ ہیں۔ اس لئے موجودہ زمانہ میں صرف اسلام ہی دربار الٰہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اسلام کی تعلیمات کو اپنا حال بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ ظاہر کی صفائی

تینوں قسم کی صفائی میں ظاہر کی صفائی تھرڈ کلاس ہے۔ جس کو طہارت کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بدن اور کپڑے پاک ہوں۔ اسلام اس پر بھی زور دیتا ہے اور کسی قوم میں اس کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ انگریز کو عام طور پر علمبردار تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ہاں طہارت ضروری نہ تھی۔ وہ تو پاکستان سے چلا گیا ہے۔ مگر اپنے نمائندے چھوڑ گیا ہے۔ پہلے انگریز جج اور مجسٹریٹ ہوتے تھے۔ اب اُس کے نمائندے جج اور مجسٹریٹ ہیں۔ وُہ بھی پیشاب کھڑے ہو کر کرتا تھا۔ یہ بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں نہ وُہ ڈھیلا اور پانی استعمال کرتا تھا نہ یہ استعمال کرتے ہیں۔ پیشاب کے قطرات سے دونوں کی رانیں اور پتلونیں پلید رہتی ہیں۔ کسی حیوان کے فضلہ میں اتنی بد بو نہیں ہوتی۔ جتنی کہ انسان کے فضلہ میں ہوتی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمان نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی چھوڑ کر انگریز کو اپنا رہبر بنا لیا ہے۔ ان میں طہارت ہے ہی نہیں۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

عَنۡ عُمَرَؓ قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوۡلُ قَائِمًا فَقَالَ یَا عُمَرُ لَا تَبُلۡ قَائِمًا فَمَا بُلۡتُ قَائِمًا بَعۡدُ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا میں کھڑا ہوا پیشاب کر رہا تھا۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو (حضرت عمرؓ کہتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

دُوسرا ارشاد نبویؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہو

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بِقَبۡرَیۡنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیۡ کَبِیۡرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسۡتَنۡزِہُ مِنَ الۡبَوۡلِ وَاَمَّا الۡاٰخَرُ فَکَانَ یَمۡشِیۡ بِالنَّمِیۡمَۃِ (متفق علیہ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) دو قبروں کے پاس سے گزرے پس آپؐ نے فرمایا۔ ان دونوں قبر والوں پر عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز پر عذاب نہیں کیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور دُوسرا چغلخور تھا۔

۲۔ حواس ظاہری کی صفائی

اس کے معنی یہ ہیں کہ اعضاء گناہ سے پاک ہوں۔ آنکھ زنا سے۔ زبان غیبت اور گلہ سے۔ ہاتھ کسی پر ظلم کرنے سے۔ انگریز کے ہاں حواس ظاہری کی صفائی کا تو نام و نشان بھی نہیں ہے۔ وُہ ڈانس کھیلتا ہے۔ جس میں دُوسروں کی بیوی کو بغل میں لے کر ناچتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور زنا کرتا ہے۔ اسلام ان سب چیزوں سے سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ حواس ظاہری سے جو گناہ کریں گے۔ وُہ فی اول الحال جہنّم میں جائیں گے۔ اُس کے بعد اگر ایمان سلامت ہے تو سزا بھگتنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنّم سے نکل آئیں گے۔

زبان اور شرم گاہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنۡ سَھۡلِ ابۡنِ سَعۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ یَّضۡمَنۡ لِیۡ مَا بَیۡنَ لَحۡیَیۡہِ وَمَا بَیۡنَ رِجۡلَیۡہِ اَضۡمَنۡ لَہُ الۡجَنَّۃَ (رواہ البخاری) ترجمہ۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلّوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز (شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا۔ تو میں اُس کے لئے جنّت کا ذمہ دار ہوں گا۔ یہ اعضاء کی صفائی ہے۔ ظاہر کی صفائی کی طرح اعضاء کی صفائی بھی کسی قوم میں نہیں ہے۔ اگر انسان کے مُنہ میں شریعت کی لگام نہ ہو تو اس کا گناہوں سے بچنا نا ممکن ہے۔ اعضاء ہی گناہ کا منبع ہیں۔ اور اسلام ان پر کڑی نگرانی کا حکم دیتا ہے

۳۔ باطن کی صفائی

اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ دل حسد۔ کبر۔ عجب اور باقی امراض روحانی سے پاک ہو۔ بدن اور اعضا کی پاکیزگی اور چیز ہے۔ اور

دل کی پاکیزگی اور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔) اللہ تعالےٰ...

سب سے زیادہ مہلک دل کی بیماریاں ہیں۔ دل اگر کفر، شرک، عجب، حسد، کبر وغیرہ سے پاک ہو جائے تو خدا کا خوف اور نیکی کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان کا ظاہر بھی پاک ہو اور باطن بھی پاک ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو تینوں قسم کی صفائی کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

یہ باتیں نہ چیف جسٹس نہ چیف کمشنر نہ چیف سیکرٹری کے دفاتر میں نہ عدالتوں میں اور نہ سکولوں اور کالجوں میں سنائی جاتی ہیں۔ یہ باتیں مسجد میں ہی سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازے پر لائے۔ گھوٹ کر اور گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ آنے جانے بیٹھنے اور سننے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ آنے جانے میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ وہ کچھ دیتے ہیں جو اور کہیں نہیں ملتا۔ بندہ اپنی شان کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنی شان کے مطابق اجر عطا فرماتے ہیں۔ اگر تینوں قسم کی صفائی حاصل ہو جائے تو ایسا شخص مرحوم اور مغفور ہوتا ہے۔ اُسے زمین بھی کہے گی۔ ہذا مغفور۔ نیک و بد کا زمین کو بھی احساس ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ مرتا ہے تو زمین اُس سے کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر چلنے والے تو مجھ اُن سب سے پیارا لگتا تھا۔ آج دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ زمین نگاہ کی دوری تک اُس کے لیے کشادہ ہو جاتی ہے۔ نیک آدمی کی موت زمین بھی روتی ہے اور آسمان بھی روتے ہیں۔

کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاحْرِصْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا تَكُوْنُ بَكُوْا
مُسْتَبْشِرًا ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

ترجمہ۔ تو وہ تو ہے کہ جب تیری ماں نے تجھے جنا تھا تو تو رو رہا تھا اور تیرے گرد لوگ مسرّت سے ہنس رہے تھے۔ پس ایسے اعمال کی خواہش کر کہ (جب تیری موت کے وقت) لوگ سب روتے ہوں۔ اور تو خوشی سے ہنستا ہو۔

اس قسم کے انسان کے لئے موت کے وقت ملائکہ عظام اللہ کی طرف سے پیغام بشارت لے کر آتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (سورہ حم السجدہ ع ۴ پ ۲۴) ترجمہ

بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اُس پر قائم رہے۔ اُن پر فرشتے اُتریں گے کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو۔ اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)

ادھر موت کا وقت آیا اور سکرات طاری ہوئی اور ادھر فرشتے خوشخبری لے کر آئے۔ خوف مستقبل کے لئے اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے۔ گویا کہ اس قسم کے لوگوں کو نہ سابقہ اعمال کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف ہوگا۔

مل بیٹھنے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو اور قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو تو انسان کو تینوں قسم کی صفائی میسر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں قسم کی صفائی نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

والدہ

از جناب لال دین صاحب اختر بی اے۔ بی ٹی گھڑیال کلاں

والدہ شفقت کی دیوی۔ والدہ اُلفت کی جاں بہرِ طفلاں جنّتِ فردوس زیرِ آسماں
بستئ انسان کی شام و سحر وہ پاسباں جذبۂ ایثار و قربانی کی رنگیں داستاں
بے زباں بچے کے حق میں آیۂ رحمت ہے یہ
پوچھئے معصوم سے اک بے بدل نعمت ہے یہ

والدہ از آفرینش تا قیامت باوفا کشتئ معصوم کی سمجھو اسے تم ناخدا
اس کی شفقت کے پیاسے اولیاء و اتقیا محسنۂ انبیاء۔ مخدومۂ اہلِ صفا
سورۂ یوسفؑ اگر اک نالۂ یعقوبؑ ہے
چاہِ زمزم۔ والدہ کے عشق سے منسوب ہے

کون چھاتی سے لگاتا تھا مجھے شام و سحر؟ کس کی آٹھوں پہر رہتی تھی فقط مجھ پر نظر؟
زندگی میری ہے یہ۔ کس کی دُعاؤں کا اثر؟ کون کہتی تھی مجھے۔ لختِ جگر نورِ بصر؟
والدہ! تیری عنایت کا یہ دِل ممنون ہے
بلکہ میرے جسم کا ہر رونگٹا مرہون ہے

عشق کی دُنیا ترے اخلاص سے آباد ہے تیرا دل حرص و ہوا سے کُلیتہً آزاد ہے
کیا ترا ننھّا ہی تیری گود میں دل شاد ہے؟ تیری شفقت تو بڑھاپے میں بھی مجھ کو یاد ہے
جنّتِ فردوس تھا۔ پہلو ترا میرے لئے
میں بھی تھا۔ خواہ کچھ بھی ہوں رشکِ قمر تیرے لئے

پوچھئے آ کر یتیموں سے کیا دولت تھی تُو اپنے بچّوں کے لئے تو سرتاپا رحمت تھی تُو
گرچہ کُٹیا میں تھی۔ پر اُن کے لئے جنت تھی تُو فاقہ مستی میں بھی اُن کے واسطے نعمت تھی تو
بن ترے اُن کا جہاں برباد ہے برباد ہے
ترا یکسالہ بھی فرقت میں تری ناشاد ہے

والدہ ننھّے کے حق میں رحمتِ پروردگار دیکھ کر بیمار اُس کو ہو رہی ہے سوگوار
کوئی بُلبل ہے، کہ لیتی ہے بلائیں بار بار کوئی دیوانی ہے۔ رہتی ہے۔ جو ہر دم اشکبار
اُس کے سر سے دردِ سر تک کو جدا کر دے ابھی
اس کے بس میں ہو۔ تو جاں تک بھی فدا کر دے ابھی

معراج کی عظمت

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

برادران ملت - عرف عام میں رجب ہی وہ مبارک مہینہ ہے - جس کی ستائیسویں شب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی سعادت نصیب ہوئی - اسی معراج کی بدولت یہ پورے کا پورا مہینہ برکات و حسنات کا مہینہ بن گیا - خدائے ذوالجلال کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر حضور نبی کریمؐ کو براق فردوسی پر سوار کرایا - مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں پہنچے - مسجد اقصٰے میں تمام انبیاءؑ کو صف بستہ کھڑا پایا - حضورؐ نے امامت کی اور دو رکعت نماز پڑھی - اس موقعہ پر فرشتوں کے ہجوم کا بھی کوئی شمار اور اندازہ نہ تھا - اس کے بعد وہیں سے آپ آسمان کی بلندیوں میں عازم سفر ہوئے۔ ہر آسمان پر ایک ایک نبی سے ملاقات ہوتی چلی گئی - ہر جگہ بکثرت فرشتے مصروف تسبیح و تہلیل ملے - ہر آسمان پر آپ کا پُرجوش استقبال ہوا - ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے -

یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ساتھ چھوڑ دیا - براق بھی رہ گیا - اور آپ رفرف پر بیٹھ کر قاب قوسین تک پہنچے - کسی فرشتہ میں ہمت نہ تھی - کہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکے - آپ خود بخود بلند ہونے چلے گئے - خدا ہی جانتا ہے کہ فضائے نور کی کتنی بلندیاں آپؐ نے طے کیں اور حضوری میں پہنچ گئے - سامنے بیٹھ گئے - بات چیت شروع ہوئی - آپ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے جو کچھ مجھ سے چاہا کہا اور جو گفتگو مناسب سمجھی کی - اسی صحبت میں امت پر نمازیں فرض ہوئیں اور انہیں مسلمانوں کی معراج قرار دیا گیا -

معراج سے مقصد یہ تھا کہ خدائے قدوس آپ کی قدرت کی نشانیاں آپؐ کو ملاحظہ کرائے آپ کا رتبہ بڑھائے اور عالم اُخروی کے بعض حالات سے آپ کو آگاہ کر دے -

چنانچہ آپ کو جنت اور دوزخ کی بھی سیر کرائی گئی - برزخ بھی دکھایا گیا - فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں کرائی گئیں اور انہوں نے آپ کے تمام استفسارات کے تسلی بخش جوابات دیئے - بتایا کہ موت کس طرح آتی ہے اور کیونکر آتی ہے کس طرح طاری ہوتی ہے - آخری اوقات میں مومن اور کافر پر کیا گزرتی ہے - روح کس طرح نکالی جاتی ہے - قبر میں کیا صورتیں پیش آتی ہیں - جنت کیسی ہے کتنے درجے ہیں - طول و عرض کتنا ہوگا - اس کے محلات اور اس کی آسائشوں کا کیا عالم ہے - وہاں کی حوریں، غلمان، نہریں، درخت اور میوے کس قسم کے ہیں - اور انعامات کی صورت کیا ہے - اسی طرح دوزخیوں، فاسقوں، فاجروں اور کافروں کی اُخروی اذیتوں اور عذابوں کے مشاہدے برای العین کر دیئے گئے - عذاب کی نوعیت واضح کرائی گئی - دکھایا گیا کہ کن گناہوں اور کن فروگزاشتوں پر کیا عذاب دیا جا رہا ہے اور آئندہ اس کی صورتیں کیا ہوں گی -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرور انبیاءؑ تھے - آپ تمام دنیا کی رہبری اور رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم قیامت تک رہنے والی تھی - تمام ادیان منسوخ ہو کر ایک ہی دین رہنے والا تھا - اس لئے آپ کو بلوا کر خود ہر چیز اور ہر عالم کا مشاہدہ کرا دیا گیا - خدا جانتا تھا کہ ضد کی بات تو اور ہے - ویسے کٹر سے کٹر کافر تک حضورؐ کی سچائی اور صداقت کے معترف ہیں - سب مانتے ہیں - سب کو تسلیم ہے کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا - علم اور مشاہدہ میں بڑا فرق ہے - آنکھ سے دیکھ لیں گے تو صفائی کے ساتھ قوم کے سامنے عالم معاد کی تصویر کھینچ کر رکھ سکیں گے - چنانچہ یہی ہوا کہ دنیا کے کسی مذہب اور کسی پیشوا کے مذہب اور دین میں عالم معاد کے متعلق نہ اتنا تو کیا اس کا ہزارواں حصہ مواد موجود ہے اور نہ کسی نے اُخروی عالم کے متعلق اس خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ لوگوں کو متوجہ کرایا ہے اور نہ کوئی اتنا بتا سکا ہے - معراج کی شب میں جو کچھ آپ نے دیکھا - وہ سب کا سب لوگوں کو بتا دیا - اور آج وہ سب ضبط تحریر میں ہے - معراج نہ ہوتی تو یہ سب چیزیں واضح نہ ہوتیں -

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یہ مسافت آسمانی جو ابو حیان کے بیان کے مطابق پچاس ہزار برس کی مسافت کے برابر تھی طے کر کے واپس تشریف لائے ہیں - تو یہ معلوم ہوا کہ بستر مبارک میں ہنوز گرمی موجود تھی - دروازہ کی کنڈی ابھی جنبش میں تھی -

صبح کو آپ نے قریش سے معراج کے حالات بیان کیے تو سب نے قہقہے لگائے - لیکن اُنہیں جلد ہی اس کی تصدیق ہو گئی کہ آپ نے قریش کے مسافر قافلے کا حال بھی بتا دیا کہ وہ اس وقت فلاں مقام پہ تھا - اُس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا - میں نے اُس کا پتہ بتا دیا اور اُس کے کجاوہ کے کٹورہ کا پانی پی لیا - اُس کے آنے کا وقت بھی بتا دیا - قافلہ عین اُسی وقت آ گیا اور اُس نے واقعات کی تصدیق کر دی - بیت المقدس کے تمام حالات بھی ہو بہو بتا دیئے - یہ سُن کر دل سے تو اُنہیں یقین ہو گیا - مگر چند ے انکار کرتے رہے -

نہ حرف و صوت میں وسعت نہ کام و لب میں سکت
حقیقت شب معراج کے بیاں کے لئے
نبی کا نام ہو وردِ زباں جب تک
سخن زباں کے لئے اور زباں دہاں کیلئے

معراج کے واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے عملاً یہ دکھا دیا - کہ انسان کی رسائی وہاں تک ہے - جہاں فرشتوں کے پر جل جاتے ہیں - حضور اکرمؐ نے ان بلندیوں پر پہنچ کر ایک طرف پوری انسانیت کو فخر کا موقع بہم پہنچایا اور دوسری طرف اس کے لئے منزل اور راستہ کے نشانات مقرر کر دیئے - آپؐ نے یہ بتلا دیا کہ انسان کی منزل تو عرش بریں کے اُس طرف ہے اور ساتھ ہی وہاں تک پہنچنے کا راستہ دکھا دیا -

آپؐ نے معراج کے واقعہ سے اِس عہد نو کا آغاز کیا - جس میں ہم اس

وقت بس رہے ہیں اور جن کی نزفیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عہد جدید کے دروازہ پر کھڑے نظر آتے ہیں۔

اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور بعد کے زمانہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ پہلا زمانہ گویا رات تھی جس میں کہیں کہیں ستارے چمکتے تھے اور بعد میں گویا روز روشن ہو گیا۔ افکار ہیں، تصورات ہیں، روحانیت ہیں، ایجادات ہیں، جو ترقی انسان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر کی۔ وُہ اس سے پہلے نہ کر سکا۔ اس کا اصلی باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا انداز نگاہ تھا۔ جس کے باعث آہستہ آہستہ ترقی ہوتی چلی گئی اور جب یہ حالت ہے۔ کہ ہم ستاروں تک پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس باب میں بھی حضور انور نے ہمیں ستاروں سے کہیں اوپر جاکر دکھا دیا تھا۔ فکر و نظر کی یہ تمام ترقیاں آنحضرتؐ کی منت پذیر ہیں۔ سائنس کی موجودہ ترقی اسی انداز نگاہ کی رہین منت ہے جو آنحضرتؐ نے انسانوں کو بخشا۔ انسان کو انسانوں کی غلامی اور مظاہر قدرت کی پرستش سے کس نے نجات دلائی؟ کس نے اسے بتایا کہ تمہارا کام مظاہر کائنات کے سامنے جھکنا نہیں، بلکہ انہیں جھکانا ہے۔ تم کائنات کے محکوم نہیں، بلکہ اس کے حاکم ہو تم ستاروں کے ماتحت نہیں۔ بلکہ اُن کے حکمران ہو۔ تم کائنات میں اللہ کے نائب السلطنت ہو تم اس کے احکام کے تحت حکومت چلانیوالے اور حکم نافذ کرنے والے ہو۔

ربع صدی سے سائنس دان اس کوشش میں تھے کہ کسی صورت ایک ایسا فلک سیر اور آسمان پرواز سیارہ ایجاد کیا جائے جو اڑھائی سو میل کی بلندی تک نہ صرف پرواز کرے۔ بلکہ فضا میں اتنی مدت معلق رہ سکے۔ چنانچہ ۴ر اکتوبر کو روس نے ایک مصنوعی چاند فضائے آسمانی میں اڑایا۔ دنیائے سائنس کا یہ کرشمہ جس کا سہرا روس کے سر ہے ایک دیرینہ خواب کی تعبیر ہے۔

جب خداوند عزوجل نے چودہ سو سال پہلے یہی اعلان فرمایا تھا کہ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o پ ۱۵ رکوع ۱۔ ترجمہ (پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات لے گیا۔ جس کو ہماری برکت نے گھیر رکھا ہے۔ تاکہ اس کو ہم اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھلائیں۔ وہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا۔

تو اعتراض کیا جاتا تھا کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی۔ یا کرۂ نار و زمہریر میں کیسے گذر رہے ہوں گے۔ اب تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ سٹیم اور قوت کہربائیہ میں کس قدر طاقت رکھی گئی ہے۔ سرعت حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ زمین یا سورج ۲۴ گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی ایک شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آ جائے تو تو پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔

دوسرا مبحث یہ تھا کہ معراج روحانی تھی یا منامی تھی۔ بیداری میں ناممکن ہے موجودہ سائنس کی ترقی نے اس عقدہ کا بھی انکشاف کر دیا۔ معراج کے واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں۔ دعوئے اسراء کفار کے لئے کچھ اُن سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا۔ جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزا و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔ نہ آپ کو اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں۔ پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا۔ اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی۔ تو آپؐ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہؓ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کہ رات میں قیامگاہ پر تلاش کیا۔ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے تھے۔

معراج جسمانی کا عقلی ثبوت حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ نے بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے۔ انسان کے دو جزو ہیں۔ ایک جسم جس کی ترکیب عناصر کے اجزاء لطیفہ سے ہے۔ اس حصہ کے نشو و نما کے لئے اُنہی اشیا کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن کی ساخت عناصر سے ہو۔ اور دوسرا جزو انسان کی روح ہے۔

روح کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ چار ماہ کے بعد جب ساخت اعضاء ماں کے رحم میں مکمل ہو جاتی ہے۔ تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک برقی طاقت اس جسم بیجان کے اندر آ گھستی ہے اور وہ فوراً متحرک ہو جاتا ہے اور زندہ کہلاتا ہے۔ گویا زندگی اس روح کے اثر کا نام ہے۔ بدن کے ڈھانچہ میں روح ہے تو انسان زندہ ہے۔ ورنہ مردہ۔ بلکہ تمام اقوال و افعال انسانی کا منبع فقط یہ روح ہے۔ جب یہ روح بدن انسانی سے خارج ہو جاتی ہے تو انسان مردہ، بیکار اور سپرد زمین کرنے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان در اصل روح کا نام ہے اور جسم عنصری اس کا آلہ کار ہے۔ ان دونوں کی نسبت انجن اور سٹیم کی سی ہے۔ نقل و حرکت تو انجن کے پرزے ہی کرتے ہیں۔ لیکن اگر سٹیم نہ ہو تو انجن ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ سٹیم ہی کی بدولت ہزاروں کام انجن سے لئے جاتے ہیں۔ یہی سٹیم جب زیادہ طاقتور ہو جائے تو کئی انسانوں کو اٹھا کر ہوا پر اڑنے لگ جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جب انسانی روحانیت کا سٹیم زیادہ تیز اور طاقتور ہو جاتا ہے تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے۔ جس چیز کو انسان اپنی ناقص عقل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک پہنچا سکتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کام کو اپنے کلمۂ کُن سے بے انتہا درجہ تک لے جا سکتا ہے۔ لہذا بالفرض انسان اگر لوہے لکڑی اور آدمی کو دو میل کی بلندی تک آسمان پر اڑا سکتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت میں انہی اشیاء کو دو کروڑ یا دو سنکھ میل بلکہ اس سے زیادہ مسافت پر پہنچانا کوئی بعید نہیں ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ o

---

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے میری واقفیت اور تاثرات

از جناب محمد منظور نعمانی

غالباً ۱۳۳۸ھ کی بات ہے میں اپنے وطن سنبھل کے عربی مدرسے (مدرسۃ الشرع) میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ میری عمر اس وقت ۱۴ سال کی ہوگی حضرت شیخ الہند کا نام میں اپنے اساتذہ سے سنا کرتا تھا۔ اس لیئے قلب میں ان کی خاص عظمت تھی۔ اسی زمانہ میں یہ خبریں آئیں کہ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے رہا ہو کر عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ چالیس سال پہلے کی بات ہے۔ مگر مجھے کل کی طرح یاد ہے کہ مدرسہ کے سن رسیدہ مہتمم جناب منشی حمیدالدین صاحب مرحوم (جن کو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل تھا) ایک دن مدرسہ تشریف لائے اور حضرات اساتذہ کو اپنی ایک تازہ نظم سنائی۔ جس میں حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کی خوشخبری پر اپنے جذبات مسرت کا اظہار کیا تھا۔ میں نے سب سے پہلے اسی نظم میں حضرت شیخ الہندؒ کے رفیقوں اور خاص خادموں کی حیثیت سے حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ اور مولانا عزیز گل صاحب کا نام سنا۔

پھر کچھ عرصہ بعد سننے میں آیا۔ کہ حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر دیو بند تشریف لے آئے۔ غالباً یہ تشریف آوری رمضان مبارک ۱۳۳۸ھ میں ہوئی تھی۔ شروع شوال میں جب عربی مدارس کا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے میرے والد ماجد آئندہ تعلیم کے لیئے مجھے دہلی استاذی حضرت مولانا کریم بخش صاحب سنبھلی مرحوم کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔ (مولانا مرحوم ان دنوں مدرسہ عبدالرب دہلی میں مدرس تھے۔) مولانا نے نظام سفر اس طرح بنایا کہ پہلے اپنے استاد حضرت شیخ الہند کی زیارت کے لیئے دیو بند جائیں گے اور پھر وہاں سے دہلی مجھے بھی اس کی خوشی تھی کہ حضرت شیخ الہند کی زیارت نصیب ہوگی۔ اس زمانہ میں میرے وطن سنبھل اور مرادآباد کے درمیان ٹرین چلتی تھی۔ اس لیئے سنبھل سے مراد آباد تک سفر لاری سے ہوا۔ مرادآباد پہنچ کر دیوبند کے لیئے ٹکٹ خرید لیئے گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مُرادآباد کے ایک بزرگ سے حضرت استاذ کو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخ الہند آج ہی دیو بند سے فتح پور ہسوہ روانہ ہونے والے ہیں۔ اس لیئے اس وقت دیو بند پہنچ کر حضرت کی زیارت نہ ہو سکیگی۔ افسوس کے ساتھ خریدے ہوئے وہ ٹکٹ واپس کر دیئے گئے اور دہلی کے ٹکٹ لے کر براہ راست دہلی روانہ ہو گئے۔ صبح کو جب ہم دہلی پہنچ کر مدرسہ عبدالرب میں داخل ہوئے تو وہاں فرش و فروش کا کچھ غیر معمولی اہتمام دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ اسی وقت تشریف لا رہے ہیں۔ شام تک یہیں مدرسہ میں قیام رہے گا۔ اور آج ہی یہاں سے فتح پور کے لیئے روانگی ہو جائے گی۔ اُستاذ مرحوم اور اس ناچیز کو بھی یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت اپنے رفقاء سمیت تشریف لے آئے۔ ناچیز کو بھی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی مولانا عزیز گل صاحب خادم خاص کی حیثیت سے ساتھ تھے۔ ان کی زیارت بھی سب سے پہلے اسی وقت ہوئی۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ کا نام نامی سن چکا تھا۔ اس لیئے قدرتی طور پر اُن کی زیارت کا بھی اشتیاق تھا۔ دریافت کرنے پر کسی سے معلوم ہوا۔ کہ مولانا اس سفر میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ نہیں ہیں۔

چند مہینے کے بعد (صفر ۱۳۳۹ھ میں) حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہو گیا۔ مالٹا سے حضرت کی آمد پر خلافت کی تحریک میں ایک دم وسعت اور طاقت پیدا ہو گئی۔ ملک بھر میں خلافت کے نام پر جلسے اور کانفرنسیں ہونے لگیں۔ ہمارے وطن سنبھل میں بھی ایک بڑا جلسہ ہُوا۔ جس میں قریب قریب وہ سب بڑے علماء تشریف لائے جو خلافت کی تحریک میں اس وقت نمایاں اور پیش پیش تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی تشریف لائے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ مدنیؒ نسبت اسارت اور مالٹا کی وجہ سے ہر شخص کو دوسرے بزرگوں سے زیادہ حضرت مولانا ہی کی زیارت کا شوق تھا کم عمری کے باوجود میرا بھی یہی حال تھا۔ حضرت مولاناؒ کی پہلی زیارت اسی موقعہ پر ہوئی۔ خوب یاد ہے۔ کہ حضرت مولاناؒ جدھر کو نکلتے تھے مشتاقانِ زیارت کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔

مولاناؒ نے اس جلسہ کی تقریر میں لوگوں کے اصرار پر اُن تکلیفوں مصیبتوں اور بربادیوں کی تفصیل بھی بیان فرمائی تھی۔ جن سے پہلی جنگ عظیم کے دوران میں اہل مدینہ کو گذرنا پڑا۔ یہ واقعات ہر مسلمان کے لیئے بہت دردناک تھے۔ مجھے اب تک اس تقریر کے خاصے اجزا یاد ہیں۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولاناؒ گرفتار کر لیئے گئے اور وہ تاریخی مقدمہ چلا جو کراچی کے مقدمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس قید سے رہائی کے بعد اپنی طالب علمی کے دور میں دوسری دفعہ مولانا کی زیارت مرادآباد کے جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب نجدی طاقت نے مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور شریف حسین کو وہاں سے چلا جانا پڑا تھا۔ خبریں آ رہی تھیں۔ کہ شریف حسین بعض یورپین طاقتوں سے مدد حاصل کرکے نجدیوں سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اور اندیشہ تھا کہ اگر ایسا ہُوا تو یہ جنگ سرزمین حرم پر ہوگی۔ جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا تھا۔ جس میں شریف حسین کے اس ارادے پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا تھا اور مکہ معظمہ کی حرمت کے نام پر اس ارادہ و اقدام سے باز رہنے کی اپیل کی گئی تھی۔ اس ریزولیوشن کی تحریک یا تائید کرتے ہوئے حضرت مولانا مدنیؒ نے ایک بڑی بسیط تقریر

فرمائی تھی اور مکّہ معظمہ کی حرمت اور وہاں ہر قسم کے جنگ و جدال کی دائمی ممانعت سے متعلق حدیثوں کے متن اس قدر کثرت سے پڑھ کر سنائے تھے۔ کہ دینیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس وقت میرا یہ احساس تھا کہ شائد ان کو حدیث کے دفتر کے دفتر حفظ ہیں اور اس وصف میں کوئی دوسرا عالم غالباً ان کا ہم پلہ نہ ہوگا۔

میرے لئے مولانا مرحومؒ کی زیارت اور تقریر سننے کا یہ دوسرا موقعہ تھا۔ اگلے سال میں پڑھنے کے لئے دارالعلوم دیوبند چلا گیا۔ وہاں دو سال قیام رہا۔ حضرت مولانا مدنیؒ کا مستقل قیام اس زمانہ میں غالباً سلہٹ رہتا تھا۔ لیکن دیوبند بار بار تشریف لانا ہوتا تھا۔ چنانچہ میرے دو سالہ قیام کے زمانہ میں کئی بار تشریف آوری ہوئی اور قریباً ہر دفعہ طلباء اور مدرسین کے اصرار سے آپ نے تقریر بھی فرمائی۔ اس زمانہ کی آپ کی تقریریں معلومات سے معمور ہوتی تھیں۔ خاص طور سے ہم طلباء ان سے بہت فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے بعض خاص تقریریں قلمبند بھی کی تھیں۔

جس سال میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا۔ اسی سال کے ختم پر کچھ ایسے واقعات دارالعلوم میں پیش آئے کہ حضرت الاستاذ مولانا سید انور شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم چھوڑنے کا فیصلہ فرما لیا۔ اس وقت دارالعلوم کی صدارت تدریس کے لئے کوئی شخصیت حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنیؒ سے زیادہ موزوں نہیں ہو سکتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ مولانا نے اس ذمہ داری کو قبول فرما لیا۔ چونکہ دارالعلوم میں میری طالبعلمی کا دور حضرت مولانا کی تشریف آوری سے پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے مجھے باضابطہ تلمذ کا شرف تو حاصل نہیں ہوا۔ لیکن گزشتہ ۳۰ - ۳۲ سال کی مدت میں دیوبند بھی اور باہر سفروں میں بھی خدمت میں حاضری اور رفاقت کی سعادت سینکڑوں بار حاصل ہوئی۔ حضرت مولاناؒ کی زندگی کے جن پہلوؤں سے اپنی ذاتی واقفیت اور تجربہ کی بنا پر میں زیادہ متاثر ہوا اس وقت بغیر کسی خاص ترتیب کے میں انہیں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

نماز کا امتیاز

خالص دینی اعمال میں نماز سب سے زیادہ عام چیز ہے۔ اس لئے حضرت مولاناؒ جیسی کسی عظیم دینی شخصیت کی نماز کا ذکر شاید بہت سے لوگوں کو کچھ عجیب سا معلوم ہوگا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت اگر کسی بندے کو نصیب ہو تو اس کو بندگی کا کمال نصیب ہوا۔ اسی لئے نماز کو معراج المومنین کہا گیا ہے۔ اور اسی لئے سیدنا حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اسلامی قلمرو کے تمام عمال یعنی صوبوں کے افسران اعلیٰ کے نام بھیجے جانے والے ایک مراسلہ میں سب سے پہلی بات یہ لکھی تھی کہ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃ (تمہارے کاموں میں سب سے اہم اور دوسرے سب کاموں سے زیادہ اہتمام کی مستحق میرے نزدیک نماز ہے)

اصل بات یہ ہے کہ نماز صرف ایک دینی عمل ہی نہیں ہے۔ بلکہ دینی نظام میں اس کا مقام وہ ہے۔ جو انسان کے جسمانی نظام میں اس کے قلب اور روح کا مقام ہے۔ قلب کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ اسی کے صلاح و فساد پر پورے وجود انسانی کے صلاح و فساد کا مدار ہے۔ (اذا صلح صلح الجسد واذا فسد فسد الجسد کُلّه) اسی طرح نماز کے بارے میں بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کو جانچا جائے گا۔ اگر بندہ کی نماز اچھی نکلی تو وہ کامیاب و بامراد ہوگا۔ اور وہ ناقص و خراب نکلی تو وہ نامراد اور خسارہ میں نکلے گا۔ اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ جس بندے کی نماز ٹھیک نکلے گی۔ اس کے سارے عمل ٹھیک مانے جائیں گے۔ اور جس کی نماز خراب ہوگی اس کے سارے عمل خراب قرار دیئے جائینگے اسی قسم کی روایات کی بنا پر میں نے یہ کہا ہے کہ نماز کا مقام دینی نظام میں قلب و روح کا مقام ہے۔

نماز کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے یہ دُعا نقل کی گئی ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (اے میرے رب مجھے ایسا کر دے کہ میں اچھی نماز ادا کرنے والا ہو جاؤں اور میری نسل سے بھی) بہرحال اللہ کے کسی بندے کو نماز کی حقیقت اور اس کی روح کا نصیب ہونا اس کا سب سے بڑا کمال اور اعلےٰ درجہ کی کامیابی ہے۔

نماز کی روح کیا ہے؟ —— اس کے جاننے کے لئے امام عارف حضرت شاہ ولی اللہؒ کی یہ عبارت پڑھ لیجئے۔ و روح الصلوٰۃ هی الحضور مع اللہ والاستشراف للجبروت وتذکر جلال اللہ مع تعظیم ممزوج بمحبة وطمانینة (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۷۹) یعنی اللہ کے سامنے حضوری اور سکینت و محبت آمیز تعظیم کے ساتھ اس کے جلال و جبروت کا تصور اور گہرا دھیان بس یہی نماز کی روح ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے نماز کی جو روح بتائی ہے۔ وہ بلاشبہ ایک باطنی حال ہے۔ جس کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن جس طرح رنج و غم۔ فکر۔ الم۔ مسرت۔ شادمانی۔ لذت و سرور وغیرہ قلبی و باطنی کیفیات کے آثار کسی کے چہرے پر دیکھ کر یا اس کی گفتگو اور آواز میں ان کے اثرات محسوس کرکے اندرونی کیفیات کا اندازہ ہر ہوش و گوش والا کر لیتا ہے اسی طرح نماز کی اس روح کے آثار بھی دوسروں کے لئے بعض اوقات اتنے عیاں ہو جاتے ہیں کہ وہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتے اور کانوں سے سن لیتے ہیں۔ بعض صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیان کیا ہے۔ کہ نماز کی حالت میں ہم آپ کے سینہ مبارک سے چکی چلنے کی سی (یا بعض راویوں کے بیان کے مطابق ہانڈی میں جوش آنے کی سی) ایک آواز سنتے تھے تو یہ در اصل اسی اندرونی کیفیت کا ایک اثر تھا۔ جس کو دوسرے بھی محسوس کرتے تھے۔

اس تمہید کے بعد یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا مدنیؒ کے ساتھ اور قریب کھڑے ہو کر جب کبھی نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا تو ہمیشہ محسوس ہوا۔ کہ حضرت مولانا وہ نماز پڑھتے ہیں جو ہم کو نصیب نہیں۔ خاص کر جب مولانا فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ تو

باقی صفحہ ۷ پر

تدوین حدیث

نقل مکتوب ۳۹ از شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمتہ اللہ علیہ

ایم عبدالرحمن لدھیانوی - بی اے - بی ٹی - پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

یہ بات بالکل غلط ہے کہ علم حدیث کی تدوین تین صدی کے بعد ہوئی - علم حدیث کی تدوین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی - حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آپ نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی تھی - وہ لکھا کرتے تھے - حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث نبویؐ کا حافظ کوئی دوسرا بجز عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نہیں ہے - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا - (بخاری)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجۃ الوداع میں منیٰ میں اپنا نہایت جامع اور فصیح خطبہ پڑھا - جس میں اجمالاً تمام شرائع اسلامیہ کو ذکر کیا گیا تھا - تو ابوشاہ نے اس کے لکھوا دینے کی استدعا کی - آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو لکھ دو (بخاری)

زکوٰۃ حیوانات اور نقود وغیرہ کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلات اپنے عاملوں کو لکھوا کر دیں - جو کہ کتاب ابن حزم وغیرہ کے نام سے مشہور ہے - دیت کے اقسام اور ان میں اونٹوں کی عمریں وغیرہ درج ہیں جس کو حضرت علیؓ نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے؟ فرمایا کہ نہیں - مگر جو کاغذ کہ ہماری تلوار کے میان میں موجود ہے - پوچھا گیا - اس میں کیا ہے؟ کہا دیت کے اونٹوں کی عمریں وغیرہ اور احکام اہل ذمہ وغیرہ (بخاری)

غرضکہ تسوید احادیث زمانہ نبویؐ میں شروع ہو گئی تھی - جو کہ صحابہؓ کرام کی توجہ سے ترقی پذیر ہوتی رہی - (حضرت عثمانؓ کے مصاحف کو منضبط کر دینے کی بنا پر پورے اطمینان اور وثوق کے ساتھ اس پر توجہ ہو گئی) مگر یہ تحریر میں محض یاد داشت اور مسودہ کے طور پر تھیں کوئی ترتیب نہ تھی - اسلام کی نشر و اشاعت کی مصروفیت اشتغال بالجہاد کی شدید اہمیت کی بنا پر صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے حافظہ پر اعتماد کر رکھا تھا - مگر اسی زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین میں اہل قلم اور اہل حفظ ایسے ایسے نشوو نما پا جاتے ہیں جنھوں نے ان متفرق مسودوں کو محفوظ فی الصدور احادیث کو ابواب پر ترتیب دینا اور بڑے بڑے دفاتر تیار کرنا شروع کر دیا تھا - ابن شہاب زہری اور محمد ابن ابی بکرؓ بن حزمؓ اور اُن کے ہمعصر بڑے بڑے آئمہ تابعین ہر ہر مرکز میں بکثرت موجود ہیں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ خلافت ایک سو ہجری ہے - یعنی بعد وفات نبویؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نوے برس پر - انہوں نے بہت سے صحابہؓ کرام سے علم حاصل کیا تھا - بہت بڑے علامہ جلیل القدر خلیفہ راشد ہیں - انہوں نے اپنے عہدِ خلافت میں نشر و اشاعت حدیث کا نہایت عظیم الشان اور غیر معمولی انتظام کیا - اُن کے زمانۂ خلافت میں علم حدیث کی بے بہا ترقی ہوئی - اور اس وقت سے علم حدیث کی تدوین کتابوں کی صورت میں شروع ہو گئی -

امام مالکؒ کی جو کہ سنہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے - محمد بن اسحاق اور واقدی وغیرہ کی کتاب المغازی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق کی ضخیم تصنیفات نہایت کثرت سے فقہ اور حدیث میں کی گئیں امام محمدؒ کی اور امام ابو یوسفؒ کی تصانیف بھی اسی زمانہ کی ہیں - جن میں فقہ کے ساتھ احادیث بکثرت مذکور ہیں - امام محمدؒ کی مؤطا اور کتاب الآثار اور سیر کبیر و سیرِ صغیر مبسوط وغیرہ کتاب ظاہر الروایت ملاحظہ فرمایئے - اوزاعیؒ کی تصانیف نیز سفیان ثوری، الحمش طبری وغیرہ نے نہایت بڑی بڑی کتابیں لکھیں ہاں ان کتابوں میں یہ بات ضرور تھیں کہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور فتاویٰ بھی بکثرت ہوتے تھے - فقیہہ استخراجات اور استدلالات بھی ہوتے تھے -

امام شافعیؒ کی کتاب الام اور امام ابویوسفؒ کی آمالی وغیرہ ایسے مضامین سے بھری ہوئی ہیں - ان حضرات نے سن ایک سو ہجری کے بعد عموماً ابتدائی صدی میں یہ ذخائر جمع کر دیئے ہیں - پھر اسی دوسری صدی کا آخری زمانہ آتا ہے - جس میں ایسے بڑے بڑے اولوالعزم حضرات پیدا ہو جاتے ہیں - جو کہ ان سابقہ مؤلفات کو چھانٹتے ہیں - اور فقط صحیح اور مرفوع احادیث کو جمع کرتے ہیں -

امام بخاریؒ سنہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے امام احمد بن حنبلؒ ان سے بہت پہلے پیدا ہوئے - امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح مشہور کتاب تصنیف کی - امام احمدؒ اُن کے اُستاد ہیں - اُنہوں نے اپنے مُسند کو خاص طور پر ترتیب دیا اور اسی دوسری صدی کے آخری زمانہ میں امام طحاوی، علی ابن المدینی، ابن معین، یحییٰ ابن سعید القطان دارمی وغیرہ ہیں جن کی تصانیف کثرت سے ہیں -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تدوین حدیث کا ابتدائی دور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی حسب الحکم شروع ہو جاتا ہے اور حضرت عثمانؓ کے مصاحف کی ترتیب کے بعد اس میں ترقی ہو جاتی ہے - اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں عام طور پر تسوید اور ترتیب ابواب جاری ہو گئی - اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اخیر صدی تک بڑی بڑی کتابیں مرتب اور مہذب ہو کر وجود میں آ گئیں - ہر حدیث کے معلم کے یہاں املا کا طریقہ جاری تھا - ان محدثین کی جو کہ پہلی ہی صدی اور زمانۂ صحابہؓ کرام میں مشہور بالروایت اور تدریس حدیث ہیں - تاریخ میں ملاحظہ فرمایئے

صرف یہی طریقہ نہیں تھا کہ احادیث مجمع تحدیث میں سُنا دی جائے اور ان کی تفسیر کر دی جائے۔ بلکہ عموماً قلم دوات اور کاغذ ہر طالب علم کے پاس اُستاد کی مرویات کا ایک ضخیم خزانہ جمع ہو جاتا تھا۔ جس کی یادگار معجمات ہیں۔ معجم صغیر و کبیر و اوسط طبرانی کی اسی کی یادگار ہیں۔ ہاں ان معجمات میں اُستاد کی جملہ روایات رطب و یابس لکھی جاتی تھیں امام مالکؒ نے اوّلاً یہ قدم اُٹھایا کہ ان روایات کی چھان بین اور کانٹ چھانٹ کی۔ اور اسی وجہ سے اُن کی کتاب مؤطّا وظیفۂ محدثین میں بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ اور عام شہرہ ہو گیا کہ ذا صحیح الکتاب تحت ادیم السماء بعد کتاب اللہ (المؤطا) مگر امام بخاریؒ نے اس بنا پر کہ اس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور فتاوے اور تابعین کے اقوال بکثرت درج ہیں اور اس وجہ سے کہ اس میں عموماً روایات حفاظ مدینہ منورہ کی ہی پائی جاتی ہیں۔ دوسری تصنیف کی ضرورت سمجھی۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ ظہور پذیر ہوئیں۔ جوکہ تیسری صدی کی ابتدائی یادگار ہیں۔ بہرحال یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ تدوین حدیث تیسری صدی کے بعد ہوئی۔

علمِ حدیث کی تعریف

۱۔ علمِ حدیث وہ علم ہے۔ جس سے اُن چیزوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ جوکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیئے گئے ہوں۔ بطور قول کے یا فعل کے یا تقریر کے یا صفت کے یہی تعریف راجح اور قوی ہے۔ بعض حضرات نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی داخل کیا ہے۔ اور اُن کے اقوال و افعال کو بھی حدیث میں شمار کیا ہے۔ عمادی صاحب کی تعریف اس قول پر ہے۔

۲۔ جب کہ قرآن شریف میں وارد ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى (سورہ نجم پ ۲۷) اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ (سورہ قیامہ پ ۲۹) تو پھر اس میں دارمی وغیرہ کی روایت کیا حاجت ہے۔ کہ حدیث کے وحی ہونے میں اس کو تلاش کیا جائے۔

اور اس کی صحت و سقم سے بحث ہو جو کچھ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قسم تفسیر کلام اللہ اور از قسم دینیات ارشاد فرمائیں گے۔ وہ سب وحی ہے۔ ہاں بعض وحی اس قسم کی ہے۔ جس کے الفاظ بھی القا فرمائے گئے ہیں۔ اور بعض وہ ہے۔ جس کے معنی القا کیئے گئے۔ اور الفاظ میں اختیار دیا گیا۔ ان معانی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔ پھر وہ الفاظ دو قسم کے ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جن کی نسبت جناب باری عز اسمہٗ کی طرف ہے اور اکثر وہ ہیں جن کی نسبت جناب باری عزوجلّ کی طرف نہیں۔ اول الذکر قرآن ہے۔ ثانی حدیث قدسی ہے۔ ثالث عام حدیث قولیہ ہے۔ سب واجب التسلیم ہیں۔ مگر فرق ثبوت کے درجات میں ہے قرآن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتراً منقول ہے۔ یعنی اُس کو نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر نفوس کثیرہ رہے ہیں۔ جن میں جھوٹ بولنے یا غلطی کرنے کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ اس لیئے اس کا منکر کافر ہے۔ اور اس کو ماننا عقلاً و نقلاً ضروری ہے۔ اور احادیث خواہ قدسیہ ہوں یا غیر قدسیہ ان کے نقل کرنیوالے اتنے کثیر نفوس نہیں ہیں۔ اس لیئے ان میں احتمال جھوٹ یا غلطی کا آتا ہے اس لیئے قطعی الثبوت نہ ہوں گی۔ اور ان کا منکر کافر نہ ہوگا۔ یہ تو فرق ہمارے لیئے ہے۔ صحابہ کے لیئے نہیں۔ اُن کے لیئے قرآن اور ارشادات نبویہؐ سب قطعی الثبوت ہیں۔ وہ اگر ایک حدیث کے سُننے کے بعد منکر ہوں تو کفر لازم ہو جائے گا۔

پھر اگر ایسے لوگ ناقل اور راوی ہیں جن کے احوال ایسے پاکیزہ اور عمدہ ہیں۔ جن سے جھوٹ کا احتمال بالکل چھوٹ جاتا ہے تو غلبہ ظن سچائی اور واقعیت ثبوت کے پیدا ہونے کی بنا پر اس حدیث کو مقبول اور صحیح یا حسن کہا جاتا ہے۔ اور اگر ان کے احوال ایسے نہیں ہیں تو حدیث ضعیف یا مردود قرار دی جاتی ہے۔ پھر اگر صحیح احادیث ہم معنی متواتر طریقہ پر ہوں۔ اگرچہ الفاظ میں تواتر نہ پایا جاتا ہو تو اس حدیث کو متواتر بالمعنی کہا جاتا ہے۔ عذاب قبر وغیرہ کی روایت ایسے ہی ہیں۔ انہیں میں سے اعداد رکعت وغیرہ کی روایات ہیں۔ ان پر ایمان لانا واجب ہوگا۔ اور انکار کفر ہوگا۔ اگرچہ الفاظ کا انکار ایسا درجہ نہ رکھے گا۔

جو ارشادات نبویہ حسب عادت بشری ہوں۔ ان کا تعلق دینیات اور تفسیر کلام اور تبلیغ عن اللہ نہ ہو۔ جیسے روزمرہ کے بشری کاروبار دنیاویہ وغیرہ میں کلمات ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا تعلق وحی سے نہ ہوگا۔ وہ حسب طبیعت بشریہ مثل دیگر بشر آپ سے صادر ہوں گے۔ انہیں کو کھجور کے متعلق والی حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ الخ

ہر حدیث کی وحی کے لیئے نزول جبرئیلؑ ضروری نہیں۔ وحی کے اقسام آٹھ یا نو ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہیں۔ الہام اور کشف بھی وحی ہے۔ ان کے دل میں کوئی بات منجانب اللہ آ جاتی۔ جس کو ان کو بتلا دیا جائے کہ منجانب اللہ وحی ہے۔ وغیرہ

بقیہ شذرات صٓ ۳ سے آگے

بقیہ شذرات ص ۳ سے آگے

نہیں مٹا نہ دی گئیں۔

مندرجہ بالا سطور سے تصویر کی حرمت واضح ہے۔ لیکن جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں اسلام کی تعلیم کا جو مذاق اُڑا یا جا رہا ہے۔ وہ اخبار بین طبقہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال سو روپیہ کے نوٹ پر مسٹر محمد علی جناح کی تصویر کے متعلق حکومت کا فیصلہ ہے یہ فیصلہ تصویر والے سو روپیہ کے نوٹ کی شکل میں ہمارے سامنے آ چکا ہے حکومت کا اقدام کتاب و سُنت سے فرار کے مترادف ہے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ مسٹر محمد علی جناح نے اپنی زندگی میں پاکستانی سکّہ پر تصاویر چھاپنے سے روک دیا تھا۔ مرحوم کی مرضی کے خلاف سکّہ پر ان کی تصویر چھاپنے سے ان کی روح خوش نہیں ہوگی۔ ہماری رائے میں یہ در اصل کسی اور کی تصویر پاکستانی سکّہ پر چھاپنے کی تمہید ہے۔ حکومت اس طرح عوام کے جذبات کا اندازہ کرنا چاہتی ہے۔ اب عوام کا فرض ہے۔ کہ وہ اگر کتاب و سُنّت کے خلاف بغاوت تصوّر کرتے ہیں۔ تو پرزور الفاظ میں اس کے خلاف احتجاج کریں۔

الاستفتا

برتھ کنٹرول یا مانع حمل

از جناب جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

س۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے۔ ان لوگوں کیلئے کیا حکم ہے جو مصنوعی ذرائع سے امکانی کوشش کرتے ہیں۔ کہ حمل ٹھہرنے نہ پائے۔ جبکہ وہ اقتصادی طور پر بچوں کی مناسب پرورش نہ کر سکتے ہوں۔ یا کثرت اولاد سے عورت کی صحت خراب ہوتی ہو۔

مندرجہ بالا مسئلہ کا جواب فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور بندہ کو مشکور فرمائیں۔

اقبال احمد۔ کرشن نگر۔

۸ر جنوری ۱۹۵۸ء

الجواب مبسملا و محمدلا و مصلیا و مسلما

یورپ سے آنے والی وباؤں میں سے یہ وبا بھی پاکستان میں عام ہوتی جا رہی ہے اور پھر ایسے تخیلات پر مبنی ہے۔ جو اسلام کے خلاف ہیں۔ اس لئے اگر اس کی کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو تو مسلمانوں کے تخیل کو فساد سے روکنے کے لئے بھی اس کی ممانعت ضروری تھی (۱) حدیث شریف ہے جو ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۷ - ترجمہ) — ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے بہت محبت کرنیوالی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری وجہ سے سب امتوں پر کثرت کا فخر کروں گا۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ (۱) کثرت اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ چیز ہے۔ بلکہ (۲) اس کے ظاہری اسباب میں سے اس کو کہ انسان ایسی عورت سے شادی کرے جس کے خاندان میں زیادہ اولاد ہوتی ہو۔ حضورؐ نے ترغیبی حکم قرار دیا ہے۔ پھر (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی فضیلت کے ذرائع میں شمار فرمایا کہ کثرت اولاد کی وجہ سے حضورؐ کی امت دوسری امتوں سے زائد ہو جائیگی یہ ایک وجہ فضیلت حاصل ہوگی اور (۴) بکم (تمہاری وجہ سے) فرما کر اشارہ فرما دیا ہے۔ کہ اس فضیلت کا حاصل ہونا تمہاری وجہ سے ہوگا۔ اور تمہاری اولاد کے زیادہ ہونے سے ہوگا۔ اور فضیلت کا سبب اور پھر نبیؐ اور خاتم الانبیاءؐ وسید المرسلین کی فضیلت کا سبب ظاہر ہے کہ بہت اجر و ثواب کا کام ہے لہٰذا کثرت اولاد کا ذریعہ حاصل کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہوگا۔ اور خلاف کا کوئی طریقہ اختیار کرنا اس اجر سے محرومی کا سبب پسندیدہ کی مخالفت اور حضورؐ کی فضیلت میں ایک قسم کی کمی کی کوشش ہوگی۔ فرمایئے اس کو کون مسلمان پسند کر سکتا ہے۔

اور مکاثر (کثرت پر فخر کروں گا) سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کثرت اولاد اور اس کے اسباب پر کثرت امت ہونا بڑی خوشی کی چیز ہے۔ جس پر حضورؐ کو فخر و ناز ہوگا اس لئے اس کی کوشش کرنا تو حضورؐ کے فخر و ناز اور بہت خوشی کے اسباب حاصل کرنا ہیں اور اس کی مخالفت کرنا اس ذریعہ کو مسدود کرنا اور حضورؐ کی خوشی و فخر کی مخالفت کرنا ہے تو اس کو کون درست کہہ سکتا ہے۔

(۲) قرآن شریف میں ہے۔

فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ ترجمہ:— تو اب بیویوں سے مباشرت کر لیا کرو اور جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے اس کو طلب کرو۔

اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکاح کا مقصود اس اولاد کا حصول ہے جو مقدر ہوئی ہے محض خواہشات کو تسکین دینا نہیں گو ساتھ میں یہ بھی ہو جائے۔ اس لئے جو چیز اس مقصود میں خلل انداز ہوگی۔ وہ منشائے کلام الٰہی کے خلاف ہوگی۔ اس کو بلا عذر بالکل جائز کہنا درست نہ ہوگا یہی اشارہ اس دعائے حدیث میں بھی ہے جو ہمبستری کے وقت کے لئے وارد ہوئی ہے۔ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا ترجمہ:۔ اے اللہ ہم کو شیطان سے بچایئے اور شیطان کو اس سے الگ رکھئے۔ جو اولاد آپ نے ہمارے لئے مقدر کی ہے۔

(۳) ابوداؤد میں جو حدیث نقل ہے۔ میں اس سے پہلے یہ لفظ ہیں۔

عن معقل بن یسار قال جاء رجل الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انی اصبت امراۃ ذات جمال وحسب و انہا لا تلد آفا تزوجہا قال لا ثم اتاہ الثانیۃ فنہاہ ثم اتاہ الثالثۃ فقال تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم — ترجمہ۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا۔ عرض کیا کہ مجھ کو ایک عورت ملی ہے۔ حسن و شرافت والی ہے۔ مگر اس کے اولاد نہیں ہوتی۔ کیا میں اس سے نکاح کر لوں۔ فرمایا نہیں۔ پھر دوبارہ آ کر عرض کیا۔ حضورؐ نے پھر روک دیا۔ پھر تیسری بار حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا۔ ایسی سے نکاح کرو۔ جس کے بچے بہت ہوتے ہوں۔ اور شوہر سے محبت کرتی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری وجہ سے کثرت پر فخر کروں گا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے نکاح کرنے کو جس کے بلا اختیار اولاد نہ ہو ایک بار نہیں تین بار منع فرمایا ہے۔ باختیار خود عورت کو ایسا بنا دینا کہ اولاد نہ ہو سکے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک درست کہلا سکتا ہے۔ بلکہ اس ممانعت کے بعد تو قریب بحرام ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ اس کی علت امر عبادت نہیں فرمائی گئی۔ اس لئے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ مکروہ ہے وہ بھی بلا عذر

(۴) شیخ ابن حجر شارح بخاری نے لکھا ہے کہ تعاطی المرأۃ ما یقطع الحبل من اصلہ فقد افتی بعض المتاخرین من الشافعیۃ بالمنع۔ ترجمہ:۔ عورت کا ایسی چیز استعمال کرنا جس سے بالکل حمل نہ ٹھہر سکے متاخرین شافعیہ میں بعض نے اس کے ممنوع ہونے کا فتوےٰ دیا ہے (التعلیق المجد صہ ۲۴۸)

شامی ج ۲ صہ ۶۲۳ پر ہے۔

انہ یجوز لہا سد فم رحمہا کما تفعلہ النساء مخالفا لما بحثہ فی البحر من انہ ینبغی ان یکون حراما بغیر اذن الزوج قیاسا علی عزلہ بغیر اذنہا قلت لکن فی البزازیۃ ان لہ منعہا عن العزل اھ — (ترجمہ) کہ عورت کو رحم کا منہ بند کر لینا جائز ہے۔ جیسے عورتیں کر لیتی ہیں مگر یہ اس کے خلاف ہے۔ جو بحر میں بحث ہے کہ یہ بغیر شوہر کی اجازت کے حرام ہونا چاہیئے عزل پر قیاس کر کے میں عرض کرتا ہوں۔ لیکن بزازیہ میں ہے کہ مرد کو منع کا حق ہے۔

اس لئے اس حرکت کے حرام ہونے میں تو اختلاف ہے۔ مگر کراہت باقی ہے۔

(۵) کثرت اولاد دینی اعتبار سے کثرت اُمت محمدیہ ہونے کی وجہ سے سبب ثواب ہے اور دنیوی اعتبار سے بھی ہر قوم اور ہر ملک، اکثریت کا ہی حامی ہے۔ اور اکثریت کثرت اولاد و کثرت افراد سے ہی حاصل ہوسکتی ہے قوت و طاقت بھی گھر کے کثیر افراد سے ہی متصور ہوتی ہے۔ کاروبار اور صنعت و تجارت میں بھی اپنے کثیر افراد سے جو مدد ملتی ہے غیروں سے نہیں مل سکتی۔ ان سب دینی و دنیوی مصلحتوں کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ جیسے

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ زیادہ بچے جننے والیوں سے نکاح کیا جائے اور ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جن سے زیادہ اولاد ہو۔ بلکہ صاحب وسعت ہر شخص کو دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہیئے تاکہ اولاد کی کثرت ہو۔ اُمت میں اضافہ ملک و قوم کی اکثریت اور کاروبار میں کثرت معاونین حاصل ہو۔ اور ایسے اسباب و ذرائع اختیار کیئے جائیں۔ جن سے اولاد زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔ لیکن افسوس یورپ کی تقلید آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دیتی ہے۔ کہ پھر انسان کو اپنی بھلائی ہی نظر نہیں آتی

(۶) اسی کے قریب ایک چیز پہلے سے رواج میں تھی کہ صحبت کے وقت باہر انزال کیا جاتا تھا۔ جس کو عربی میں عزل کہتے ہیں گو اکثر اُمت کے نزدیک بیوی کی اجازت سے جائز ہے۔ مگر ناپسند بھی ہے۔ بعض صحابہؓ و تابعین اور بعض محدثین کے نزدیک تو جائز بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں اس کو ہلکے درجہ کا زندہ درگور کرنا بھی روایت ہے (مسلم) یعنی اسباب قطع ولادت میں اس کے مشابہ ہے۔ اور ایک عزل کے سوال کے جواب میں فرمایا ما علیکم ان لا تفعلوا ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وھی کائنۃ (بخاری و مسلم) ترجمہ (تم پر کوئی تنگی نہیں۔ اگر تم یہ نہ کرو۔ قیامت تک کوئی روح پیدا ہونے والی نہیں۔ مگر وہ پیدا ہو کر رہے گی)۔

اور ایک شخص کے جواب میں فرمایا۔ لو اراد اللہ ان یخلقہ ما استطعت ان تصرفہ (ابوداؤد)۔ ترجمہ (اگر اللہ تعالےٰ پیدا کرنا چاہیں گے تو تم قدرت نہیں رکھتے کہ اس کو روک دو۔)

ان ارشادات میں اس حرکت کا لغو بے فائدہ اور ناپسند ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے مگر منع نہیں فرمایا ہے۔ لیکن دوائے مانع حمل میں اور عزل میں کچھ فرق بھی ہے۔ گو سبب قطع ولادت ہونے اور ناپسند ہونے میں دونوں شریک ہوں گے۔ عزل میں رحم میں پہنچنے کا روکنا ہے۔ اور وہاں رحم میں پہنچنے کے بعد بیکار کرنا ہے۔ اس لئے اس کی ناپسندیدگی کراہت کا درجہ اختیار کرے گی۔ اور اس سے زیادہ سخت اپریشن کرا کے رحم کا خارج کرا دینا ہے۔ کہ بلا عذر شدید وہ بھی منع ہوگا۔

(۷) اس کے علاوہ ایک درجہ اسقاط کا ہے۔ جس کے دو وقت ہیں۔ ایک جان پڑنے سے پہلے ایک جان پڑنے یعنی ایک سو بیس دن کا حمل ہو جانے کے بعد۔ فقہائے احناف نے عذر و ضرورت میں جان پڑنے سے پہلے یعنی ۱۲۰ دن کے حمل سے پہلے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور بلا ضرورت مکروہ فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملھا وجاز بعذر حیث لا یتصور — ترجمہ: (عورت کا اپنے حمل کو گرانے کی کوشش کرنا مکروہ ہے۔ اور عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ جب تک جان نہ پڑے۔)

اور جان پڑنے کے بعد جائز نہیں۔ ایسا کرنے پر دیت دینا واجب ہوگا۔ عذر ہو یا نہ ہو۔ شامی و درمختار وغیرہ میں صاف مذکور ہے۔ اب یہاں پانچ صورتیں ہیں۔ ایک اسقاط بعد روح جو عذر میں بھی اور بلا عذر بھی منع ہے۔ دوسرے اسقاط قبل روح جو عذر میں جائز اور بلا عذر مکروہ۔ تیسرے اپریشن سے رحم خارج کرانا۔ چوتھے مانع حمل دوا استعمال کرنا۔ پانچویں عزل۔ یہ سب عذر میں جائز۔ بلا عذر مکروہ مگر کراہت درجہ بدرجہ ہے۔ کہ سب کے سب قطع ولادت کا ظاہری سبب ہیں۔ جس کی کراہت قرآنی اشارہ اور حدیث شریف کی تصریح سے عرض کی گئی ہے۔

(۸) دنیا عالم اسباب ہے۔ حق تعالےٰ نے جو اسباب جن امور کے لئے بنائے ہیں۔ ان میں خلل اندازی جبکہ خود اللہ و رسولؐ کے ارشادات میں صاف یا اشارات سے نہ ہو۔ گستاخی ہے مکروہ ہے۔ عالم کی بقا کا سلسلہ اسی طرح جاری فرمایا ہے کہ یہ قوتیں انسان میں ودیعت فرمائی ہیں اور ان کے حدود مقرر فرما دیئے ہیں۔ اب جیسے حد سے آگے بڑھنا درست نہیں۔ ایسے ہی ان قوتوں کو نیست نابود کرنا درست نہیں۔ جیسے مرد کو خصی کرنا ٹھیک نہیں۔ عورت کو بانجھ بنانا ٹھیک نہیں یہ بقائے عالم کے تکوینی قانون کی خلاف ورزی ہے

(۹) آخر اس پر بھی تو غور کرنا چاہیئے کہ یورپ والے لوگ ہم مسلمانوں میں سے تعدد ازدواج کو کیوں مٹانا چاہتے ہیں اور برتھ کنٹرول کیوں جاری کرانا چاہتے ہیں ۱۹۵۳ء کی امریکی کالوکیم میں مسلمانوں میں اس حرکت کے جاری کرنے کی تدابیر پر غور و خوض کیوں ہوا اور آخر اس کی اشاعت کیوں شروع ہوئی۔ اس پر طرح طرح کے مضامین کیوں لکھوائے گئے۔ جس سے آج مسلمانوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ آخر ڈیڑھ ہزار سال کے بعد آج مسلمانوں میں یہ چیز کیوں پیدا ہوئی ہے۔

ممکن ہے غور کرنے کے بعد آپ بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں کہ یورپ کی جوع الارض یعنی ملک گیری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو تباہ کر کے تمام اسلامی ممالک پر قابض ہو جائے اور سلطان صلاح الدین سے شکست پر شکست کھانے کے بعد سے تو جذبۂ انتقام بھی ہے اور پھر اسلام دشمنی تو ہمیشہ کی چیز ہے۔ مگر مسلمان اس وقت زیر ہو سکتا ہے جب وہ اسلام سے ہٹ جائے اسکول و کالج کا بے دین ماحول قائم کرنا اس کے لئے چلتا ہوا ہتھیار ثابت ہوا۔ لیکن پھر بھی مسلمان نام سے ایک قوم کا باقی ہونا خطر سے خالی نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان کو دنیا بھر میں اقلیت بنایا جائے۔ جس کے دو ہتھیار تعدد ازدواج کی بُرائی اور برتھ کنٹرول کا رواج مسلمانوں میں استعمال کرنا ہے۔ جس سے ان کی بڑھتی ہوئی آبادیاں سمٹ کر رہ جائیں اور قلیل تعداد کا گلا گھونٹنا آسان ہو سکے۔ پھر بھی اگر کچھ اقل قلیل مسلمان نام کے لوگ رہ جائیں۔ تو ان میں جہاد کی اسپرٹ ضائع کر دی جائے پھر یہ مسلمان دل سے غلام بن کر زندگی گزارنے کے بالکل عادی ہو جائیں۔ افسوس ہم لوگ یورپ کی چالاکیوں کو اپنی خیرخواہی سمجھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ان کی اسلام دشمنی سے غافل ہو جاتے ہیں۔

ضرورت تو اس کی تھی کہ ان چالاکیوں کو سمجھتے اور اپنے کو مضبوط سے مضبوط بنانے کی تدبیریں اختیار کرتے نہ یہ کہ اور ان کی عیاری کے جال میں پھنس پھنس کر جال سے نکال سکنے والوں کو بُرا کہیں۔

(۱۰) سوال میں دو چیزیں مذکور ہیں۔

جن کو اس حرکت کے جواز کی سند بنا کر پیش کیا گیا ہے - ایک اقتصادی طور پر بچوں کی مناسب پرورش نہ کر سکنا - دوسرے کثرت اولاد سے عورت کی صحت کا خراب ہونا -

اوّل یہ عرض کرنا ہے کہ عذر کے وقت عزل مانع حمل - اخراج رحم - اسقاط قبل رُوح کو جو جائز قرار دیا ہے - وہ عذر کیا ہے - جس پر اس کا جواز ہو سکتا ہے اور یہ دونوں باتیں ان اعذار میں داخل ہیں - یا نہیں - اس کے بعد یہ عرض کیا جائے گا کہ یہ باتیں کس درجہ میں اسلام کے خلاف یا موافق ہیں اور مسلمانوں کو ان خیالات پر کہاں تک کان لگانے کی اجازت ہو سکتی ہے -

ضرورت وہ ہے - جس کے نہ ہونے سے واقعی ضرر ہو - عذر وُہ ہے کہ جس کے ہونے پر کسی کام کا کرنا ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو یا اس سے زیادہ کا خطرہ پیش آتا ہو - سوال کی دُوسری وجہ تو ایسی ہے کہ بعض اوقات عذر بن سکتی ہے - وہ یہ کہ بچہ ہونے میں عورت کے مرجانے کا یا شدید ترین مرض میں عرصہ تک مبتلا رہنے کا خطرہ ہو - اگر اس کو مسلمان ماہران طب تجویز کر دیں - اس وقت وہ عذر ہوگا - ایسے وقت اسقاط قبل روح عزل مانع حمل مکروہ نہ ہونگے - اور اگر ایسی خطرناک کوئی دائمی چیز ہوگی - تو اخراج رحم بھی مکروہ نہ ہوگا - لیکن محض اسوجہ سے کہ پیدائش میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے اور کچھ نہ کچھ ان کے لئے عارضی صحت خراب ہو جاتی ہے یا محض خود سے یہ وہم کر لیا جائے کہ عورت مرجائے گی یا شدید ترین مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے گی - یہ کوئی عذر نہیں ہے - یہ تو عام پیش آنے والی باتیں ہیں عذر نہیں ہیں -

اور پہلی بات تو محض ایک مضحکہ خیز بات ہے - صحیح عقل سوائے اس کے کہ اس پر ہنسے اور کیا کہہ سکتی ہے - اول تو یہ تخیل ہی غلط ہے - کہ اقتصادی پریشانی ہوگی - کیونکہ ۱؎ ابتدائے دُنیا سے آج تک کسی چند اولاد والے کو ایسی پریشانی محسوس نہیں ہوئی - کہ اس نے بالکل سلسلہ ولادت بند کرنے کی کوشش کی ہو - حالانکہ عزل و اسقاط وغیرہ کے طریقے پہلے سے موجود تھے ۲؎ مناسب پرورش کا مفہوم خود اپنے ذہن میں ایک تجویز کر لیا ہے کہ ہر بچے کو وزیراعظم ہو سکنے کی تعلیم و دنیا بھر کے بڑے سے بڑے متمول کی سی وضع و لباس خورد و نوش اور ساز و سامان معیار مناسب تصور کر رکھا ہے ورنہ جن شخصوں کو اس اقتصادی مشکل کا شکار تصوّر کیا جائے گا - ان سے کم آمدنی والے بھی دنیا میں زندہ ملیں گے - آخر وہ زندگی گزار ہی رہے ہیں ۳؎ اگر ساری آبادی کے سب افراد اپنے لئے اسی اعلےٰ معیار زندگی کو مناسب سمجھیں گے تو دُنیا سے کم درجہ کے تمام کام ہی رخصت ہو جائیں گے جن پر دنیا کا مدار ہے - ۴؎ مناسب کا معیار کوئی مقرر نہیں ہو سکتا - جس کے واسطے اعلےٰ معیار بھی غیر مناسب ہو اور وہ صرف اپنی ذات کی پرورش مناسب بھی نہیں کر سکتا ہو تو کیا اس دشواری کے ماتحت اس کو خودکشی کا مشورہ دیا جائے گا - ۵؎ ایسے ہی اگر معیار موجودہ زندگی کا اپنے لئے بیوی کے لئے اور صرف ایک بچہ کیلئے بھی غیر مناسب ہوگا تو کیا اس کو بچہ بیوی کو چھوڑ دینے یا ان کو مار ڈالنے کا مشورہ دیا جائے گا -

دوسرے اگر فرض کر لیا جائے - کہ اقتصادی پریشانی کا خطرہ ہی ہے - کہ مناسب غیر مناسب کسی طرح بھی اطمینان کی زندگی نہ ہوگی - تو یہ تو وہی خطرہ ہے - جو اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت کے بعض لوگ بیٹیوں میں محسوس کرتے تھے - اور اس لئے ان کو زندہ درگور کر دیتے تھے - حق تعالےٰ نے اس کو بڑی سختی سے روکا ہے - افسوس آج مسلمان اسی خطرہ کو محسوس کرکے اصلی بنیاد کو ہی زندہ در گور کرنے لگے ہیں -

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○

ترجمہ - تم اپنی اولاد کو تنگی کے ڈر سے قتل نہ کرو - ہم رزق دیں گے - ان کو بھی تم کو بھی - بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے - ایسا گمان کرنے والے لوگ ان کافروں کے ساتھ جا ملتے ہیں - ان کے ہم خیال ہو رہے ہیں - یہ خود ایک بڑے گناہ کی بات ہے -

تیسرے خدا پر بھروسہ جس کی آیت بالا میں بھی تلقین فرمائی گئی ہے اور اسلام کا جز ہے ذرا غور کیجئے اس تخیل پر اس سے کس قدر دوری ہو رہی ہے - گویا ایسے خیالات سے خدا تعالےٰ پر یہ بدگمانی کی جا رہی ہے کہ آئندہ ہم کو اتنا نہیں مل سکتا کہ ہم بچوں کی پرورش کر سکیں - کیا کسی مسلمان کو ایسے خیالات روا ہو سکتے ہیں -

چوتھے یہ بھی غور کرنا چاہیئے - کہ اس تخیل میں اندر کیا کیا پنہاں ہے - اس سے یہ غلط خیال بھی معلوم ہوتا ہے کہ گویا جو اولاد ہو چکی ہے اس کی کوئی ضمانت ہے کہ وہ زندہ ہی رہے گی - اور اسکی بھی کوئی ضمانت ہے کہ آپ کا مال اور یافت ایسی ہی رہے گی یا اس کی کوئی ضمانت ہے کہ خود بھی اس کی تربیت حسب دلخواہ تک زندہ رہیں گے - اگر اس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہو سکتی ہے تو جب یہاں خدا پر بھروسہ رکھ کر اسباب پیدا کئے گئے ہیں - وہاں بھی یعنی اور اولاد میں بھی خدا پر نظر رکھ کر اسباب کی کوشش کی جائے جو میسّر ہو - اس کے موافق تربیت کی جا سکتی ہے ورنہ ایک دو اولاد کے بعد سلسلہ بند کرا دیا گیا تو اگر خدا نخواستہ بڑھاپے کے آغاز میں وہ رخصت ہو گئے تو تن تنہا اپنے ہاتھوں رہنا پڑے گا - اور اس وقت اس حرکت پر تمام زندگی رونا پڑے گا -

پانچویں یہ کہ جو اقتصادی مشکلات سامنے آ رہی ہیں وہ اس نظریہ پر ہیں - کہ اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم و معیار زندگی ہو - حالانکہ یہ کوئی ضروری چیز نہیں - دُنیا تو ہر قسم کو چاہتی ہے - اگر ہر قسم کے آدمی نہ ہونگے تو ہر قسم کے کام کیسے ہو سکیں گے

چھٹے یہ بھی غور کیا جائے کہ اقتصادی مشکلات کثرت اخراجات سے ہیں اور کثرت اخراجات میں زیادہ تر بیہودہ اخراجات فیشن کے اخراجات بلند نظری یا حرص و لالچ کے اخراجات اور بعض محکمہ تعلیم کے ناقابل برداشت اخراجات ہیں - اگر آمدنی نہیں بڑھ سکتی تو خرچ کم کرنے کی تدبیریں ہوں ذرا بلند نظری کی حرص سے ہٹ کر قناعت اور متوسط طبقہ کی طرف نظر ہو - یہ بات کیا اس سے سہل نہیں کہ آدمی اولاد سے محروم ہو جائے -

ساتویں - اولاد ایک نعمت ہے - جس کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی - اپنے ہاتھوں اس نعمت کو روک دینا متوسط عقل کا تو کام نہیں ہے - آٹھویں اگر غور کرکے دیکھا جائے تو یہ اقتصادی مشکلات صرف اس تخیل پر مبنی ہیں کہ معیار زندگی اعلےٰ سے اعلےٰ تجویز کر لیا جائے اور فضول خرچیوں کے انتہائی مراتب پر چھلانگ ماری جائے - ورنہ اس تخیل سے ہٹ کر سوچیئے تو کثرت اولاد انفرادی اقتصادی مشکلات کا بھی بہترین حل ہے کہ ہر کام میں متفرق دروبگری معاونین اس کو چار چاند لگا دیں گے اور اجتماعی اقتصادیات میں بھی جس قدر افراد زیادہ ہوں گے - اسی قدر زراعت تجارت صنعت اور ملازمت ہر کام میں زیادہ آدمی لگیں گے - اسیقدر اقتصادیات کے اسباب زیادہ پیدا ہونگے - مشکلات زیادہ سے زیادہ حل ہونگی - واللہ اعلم

خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷ — قیمت ۴/

منظور شدہ محکمہ تعلیم

۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۱۶۳۲۱/۶ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر عبدالمنان چیمان

۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری 2730 T.B.C. ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک سالانہ ۱۱/ ششماہی ۶/

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔